حمل و ولادت سے متعلق ایک جامع تحریر

مولانا قاضی
محمد اطیعوا الحق عثمانی
قادری رضوی

کتب خانہ امجدیہ دہلی

حمل وولادت سے متعلق ایک جامع تحریر

تالیف

مولانا قاضی محمد اطیعوا الحق عثمانی قادری رضوی

ناشر

کتب خانہ امجدیہ دہلی

نامِ کتاب : حمل وولادت کے احکام

تالیف : مولانا قاضی محمد اطیعوا الحق عثمانی قادری رضوی
علاؤالدین پور، سعد اللہ نگر، بلرامپور (یوپی) پن ۲۷۱۳۰۷

کمپوزنگ : افضل حسین بستوی، دہلی Mob. 09868594259

اشاعت اوّل : ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۵ء

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : Rs. 40=00

مطبع : نیو انڈیا آفسیٹ پریس، دہلی

ناشر

کتب خانہ امجدیہ دہلی ۶

۴۲۵، مٹیامحل، جامع مسجد، دہلی ۶
Ph:- 011-23243188, Fax:- 011-23243187
E-mail: kkamjadia@yahoo.co.uk
Web: www.kutubkhanaamjadia.com

فہرست

★★★

حرف آغاز

نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم

زیر نظر کتاب ''حمل وولادت کے احکام'' مصلح قوم وملت حضرت مولانا قاضی محمد اطیعوا الحق صاحب قبلہ عثمانی قادری رضوی دام ظلہ کی تصنیف لطیف ہے۔ کتاب کے نام ہی سے واضح ہے کہ اس میں دو نوع کے مسائل بیان ہوئے ہیں: اوّل حمل دوم ولادت۔

حضرت قاضی صاحب قبلہ نے حمل سے متعلق بہت سی اہم اور مفید باتیں بیان کی ہیں اور بچہ کی پیدائش کے موقع پر جو ہندوانہ ومشرکانہ رسمیں مسلمانوں میں اختیار کی جاتی ہیں ان کی نشاندہی کر کے سہل انداز میں اصلاح فرمائی ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب لوگوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔

دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اسے عوام وخواص کے لئے مفید بنائے اور مصنف کتاب کی کوشش کو قبول فرما کر انہیں اجر جزیل وجزائے جلیل سے سرفراز فرمائے۔ اور اسلام وسنیت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔

انوار احمد قادری امجدی
خادم مرکز تربیت افتا
وسجادہ نشین خانقاہ فقیہ ملت
اوجھا گنج، بستی
۲۰ صفر المظفر ۳۷ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم وعلیٰ اٰله واصحابه اجمعین۔

انسان افزائش نسل کے لئے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتا ہے، جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کریم ہے: تَنَاکَحُوۡا تَنَاسَلُوۡا (الحدیث) یعنی نکاح کرو اور نسل چلاؤ۔ نکاح کے فوائد پانچ ہیں: اولاً اولاد، دوسرے شہوت کا خاتمہ، تیسرے گھر کے نظم کا قیام، چوتھے افراد خاندان کی کثرت، پانچویں عورت کے ساتھ رہنے میں نفس پر مجاہدہ کرنا۔

اولاد ہونا یہی فائدہ اصل ہے۔ نکاح اسی لئے وضع ہوا ہے۔ کیونکہ نکاح کا مقصد یہ ہے کہ نسل انسانی کا تسلسل برقرار رہے۔ اور دنیا کبھی جنس انسان سے خالی نہ رہے۔ اولاد کی پیدائش چار وجہوں سے اجر وثواب کا باعث ہے۔ اول نسل انسانی باقی رکھنے میں رضاء الٰہی کی موافقت ہے۔ دوم اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بھی ہے۔ کیونکہ اولاد کی کثرت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے قیامت کے روز باعث افتخار ہوگی۔ سوم اگر بچے نیک و صالح ہوگئے تو مرنے کے بعد اپنے والدین کے لئے دعا کریں گے۔ چہارم اگر بچے صغرسنی میں فوت ہوگئے تو وہ قیامت کے دن اپنے والدین کی شفاعت کریں گے۔ (احیاء العلوم اردو ج ۲ ص ۵۸)

جماع کے وقت بسم اللہ پڑھنا

حدیث شریف میں ہے کہ جماع کی ابتدا بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہوجاتا ہے جس کے باعث بچہ انسان وشیطان دونوں کے نطفے سے بنتا ہے۔ پھر برا تخم برا ہی پھل لاتا ہے۔ حدیث شریف میں ایسی

اولادوں کو "مُغَرَّبُوْنَ" فرمایا گیا ہے وہ حدیث شریف یہ ہے: وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رُئِیَ فِیْكُمُ الْمُغَرَّبُوْنَ قَالَ الَّذِیْنَ یَشْتَرِكُ فِیْهِمُ الْجِنُّ۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں "مغربون" دکھائی دیتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ مغربون کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جن میں جنات شریک ہوجائیں۔ (ابوداود، مشکوٰۃ شریف مترجم ج ۲ ص ۳۷۲)

جنات کے شریک ہونے کا کیا مطلب ہے اس کے بارے میں حضرات شراح حدیث نے تحریر فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جاتے ہوئے بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان اس کے آلۂ تناسل پر اپنا آلہ لپیٹ کر اس کے ساتھ جماع کرلیتا ہے۔ پھر اس سے جو اولاد پیدا ہو وہ مغرب ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک اجنبی جنس کی شرکت ہوگئی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

ابن اثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ان کو "مغربون" اس لئے کہا گیا کیوں کہ ان میں دوسرا عرق بھی شامل ہوگیا ہے۔ یا اس لئے کہا گیا کہ یہ دور کے نسب سے پیدا ہوئے۔ (نہایہ ابن اثیر، ج ۳ ص ۳۴۹، بحوالہ: لقط المرجان فی احکام الجان للسیوطی اردو ص ۸۷)

مباشرت کے وقت کی دعا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْاَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّاْتِیَ اَهْلَهٗ قَالَ "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا" فَاِنَّهٗ اِنْ یُّقَدَّرْ بَیْنَهُمَا وَلَدٌ فِیْ ذٰلِكَ لَمْ یَضُرَّهٗ شَیْطَانٌ اَبَدًا (رواہ البخاری ومسلم)

جب تم سے کوئی بیوی کے پاس جاتے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کرلیا کرے: "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا"۔ (بسم اللہ، اے اللہ! تو شیطان کے شر سے ہم کو بچا، اور ہم کو جو اولاد دے اس کو بھی بچا)۔ تو اگر اس مباشرت کے نتیجہ میں ان کے لئے بچہ مقدر ہوگا تو شیطان اس کو کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ وہ شر شیطان سے محفوظ رہے گا۔ یہ جو فرمایا ہے کہ جماع شروع کرنے سے پہلے مذکورہ دعا پڑھ لی جائے اور اس وقت کا جماع حمل قرار ہونے کا ذریعہ بن جائے تو اس سے جو اولاد پیدا ہوگی اسے شیطان کبھی بھی ضرر نہ دے سکے گا۔ حدیث کی شرح لکھنے والوں نے اس کے کئی معنی لکھے ہیں۔ اس میں سے ایک مطلب یہ ہے کہ یہ بچہ مرگی اور دیوانگی سے محفوظ رہے گا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ شیطان اس نومولود کے دین پر حملہ نہ کر سکے گا۔ اس کی زندگی مسلمانوں والی ہوگی اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

تشریح حدیث

اور شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ: اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مباشرت کے وقت اللہ تعالیٰ سے اس طرح کی دعا نہ کی (اور خدا کی طرف سے بالکل غافل ہوکر جانوروں کی طرح بس اپنے نفس کا تقاضہ پورا کرلیا) تو ایسی مباشرت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد شر شیطان سے محفوظ نہیں رہے گی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: ازیں جاست فساد احوال اولاد تباہ کاری ایشاں (یعنی اس زمانہ میں پیدا ہونے والی نسل کے احوال، اخلاق وعادات جو عام طور سے خراب و برباد ہیں تو اس کی خاص بنیاد یہی ہے)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ہدایات کی قدر شناس اور ان سے فائدہ اٹھانے کی پوری توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

یہ دعا کس وقت پڑھی جائے

یہ دعا اس وقت پڑھی جائے جب آدمی ہم بستری کا ارادہ کرے تو کپڑے اتارنے سے پہلے یہ دعا پڑھے۔ جو شخص اس دعا کا اہتمام کرے گا اس کی اولاد کا ایمان سلامت رہے گا۔ اور مصنف عبدالرزاق کی ایک مرسل روایت کے مطابق وہ بچہ صالح اور نیک ہوگا۔

حدیث پاک میں خود وضاحت آچکی ہے کہ جب ہم بستری کا ارادہ کرے تو اسی وقت یہ دعا پڑھے۔ محقق فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے: ذِكْرُ اللهِ حَالَ اِنْكِشَافِ الْعَوْرَةِ وَفِيْ مَحَلِّ النَّجَاسَةِ غَيْرُ مُسْتَحَبٍ تَعْظِيْمًا لِاِسْمِ اللهِ تَعَالٰى۔ (عنایہ، کفایہ، فتح القدیر ص ۷) یعنی جب شرمگاہ کھلی ہو، اسی طرح جب آدمی کسی ناپاک جگہ پر ہو ایسے حالات میں زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اَعْلَمْ اَنَّهٗ يُكْرَهُ الذِّكْرُ فِيْ حَالَةِ الْجُلُوْسِ عَلَى الْبَوْلِ وَالْغَائِطِ وَفِيْ حَالَةِ الْجِمَاعِ (حاشیہ صحیح مسلم ج ا ص ۱۶۲)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ کپڑے اتارنے سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے گی۔ ہم بستری شروع کرتے وقت یا ہم بستری کے دوران زبان سے کوئی بھی ذکر کرنا اللہ جل جلالہ کے نام کی بے ادبی اور مکروہ ہے۔ ہاں! دل میں دعا کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: جب انزال ہونے لگے اس وقت یہ دعا کرے: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ نَصِيْبًا۔ یعنی اے اللہ! جو اولاد تو مجھے عطا فرمائے اس میں شیطان کا کوئی حصہ (عمل دخل) نہ رکھ۔ جماع اور انزال کے وقت ان دعاؤں کی تعلیم کا منشا یہ ہے کہ ان جیسی خالص طبعی اور

جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے وقت اگر انسان اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے تو یہی عبادت بن جاتی ہے۔ (حصن حصین شریف مترجم ص ۱۶۵)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مراد یہ ہے کہ دل میں یہ دعا کرے زبان سے نہ پڑھے۔ کیونکہ حالت جماع میں زبان سے ذکر کرنا بالاتفاق مکروہ ہے۔ لَعَلَّهٗ يَقُوْلُهَا فِيْ قَلْبِهٖ اَوْعِنْدَ اِنْفِصَالِهٖ لِكَرَاهَةِ ذِكْرِاللهِ بِاللِّسَانِ فِيْ حَالِ الْجِمَاعِ بِالْاِجْمَاعِ۔

(فتح الملہم شرح مسلم شریف ج ۳ ص ۵۰۷)

جماع و حمل

پروردگار عالم جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: هُوَالَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا (الآیہ) (پ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۸۹)

ترجمہ رضویہ: وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی میں سے ایک جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔ پھر جب مرد اس پر چھایا اسے ایک ہلکا سا پیٹ رہ گیا۔ مرد کا چھانا کنایہ ہے جماع کرنے سے اور ہلکا سا پیٹ رہنا ابتدائے حمل کی حالت کا بیان ہے۔

زمانۂ حمل کی تکالیف

عورت کو چونکہ حمل کے ایام میں کافی تکلیف رہتی ہے اور یہ مدت بھی کم نہیں ہوتی۔ بلکہ تقریباً نو ماہ یا اس سے زائد تک رہتی ہے۔ پھر سب سے بڑی تکلیف بچہ جننے کے وقت ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ماں کی اہمیت اور اس کی عظمت و بزرگی بتانے کے لئے ان تکلیفوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ (الآیہ) ترجمہ رضویہ: اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی، اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے۔ (پ ۲۱ سورۂ لقمان آیت ۱۴)

اسی طرح ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا (الآیہ) ترجمہ رضویہ: اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے۔ (پ ۲۶ سورۂ احقاف آیت ۱۵)

چونکہ یہ تکلیف ایک بچہ کی وجہ سے ہے، اور وہ بچہ خدا کا مومن بندہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کا باعث ہوگا۔ اس لئے احادیث کریمہ میں اس کا اجر وثواب بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت زمانۂ حمل سے لے کر دودھ چھڑانے تک اس غازی کی طرح ہے جو سرحدوں کی نگرانی کرتا ہے۔ ایسے غازی کا بڑا ثواب ہے۔ اسی طرح حدیث پاک میں ہے کہ عورت اگر دردزہ یعنی زچگی کے وقت انتقال کر جائے تو وہ شہید ہے۔ اس لئے عورت کو حمل اور دردزہ کی تکلیفوں کو ہنسی خوشی برداشت کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ فقط نفسانی خواہش کی تکمیل نہیں بلکہ یہ بڑے اجر وثواب کا بھی باعث ہے۔

حالت حمل کا اجر وثواب

صاحب تفسیر روح البیان شریف لکھتے ہیں: حدیث شریف میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: اے عائشہ! جو عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے تو اس کا ہر روز کا ثواب اتنا ہے کہ گویا کسی نے شب بھر نماز پڑھی اور دن کو روزہ رکھا۔ اور کسی غازی نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا۔

☆ اے عائشہ! ہر عورت جب بچہ جنتی ہے تو اسے ہر وضع حمل پر ایک بندہ آزاد کرنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

☆ اے عائشہ! ہر وہ عورت جو اپنے شوہر سے حق مہر جتنا قدر معاف کرتی ہے۔ اسے اس عمل سے حج مبرور اور عمرۂ مقبولہ کا ثواب نصیب ہوتا ہے۔ اور اس کے نئے و پرانے ظاہری و باطنی عمداً یا خطاءً اول و آخر تمام کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

☆ اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) ہر وہ عورت جو اپنے شوہر کے ہر دکھ درد کو برداشت کرتی ہے۔ وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خون سے لت پت ہو جائے۔ اور فرماں بردار ذکر کرنے والی مسلمان مومن توبہ کرنے والی عورتوں میں ہو گی۔ (تفسیر روح البیان اردو ج ۳ ص ۴۷)

حمل کی تکلیف پر اجر و ثواب

غنیۃ الطالبین شریف میں ہے کہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورت اپنے خاوند کی آراستگی اور درستی کے لئے کوئی چیز اٹھا کر رکھتی ہے اس کے عوض اس کو ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔ اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

● اور جو حاملہ عورت حمل کی کوئی تکلیف برداشت کرتی ہے اس کے لئے قَائِمُ اللَّیْلِ اور صَائِمُ النَّهَارِ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا اجر ملتا ہے۔

● اور جب اسے ''دردزہ'' لاحق ہوتا ہے تو ہر درد کے عوض اس کو ایک جان (یعنی ایک غلام) آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

● اور جب بچہ ماں کی پستان سے دودھ کی چسکی لیتا ہے تو ہر چسکی کے

عوض اس عورت کو اس قدر ثواب ملتا ہے جتنا غلام آزاد کرنے کا۔ جب عورت اپنے بچہ کا دودھ چھڑاتی ہے تو آسمان سے ندا آتی ہے کہ اے عورت تو نے ماضی کے سب کام پورے کر دیئے۔ اب جو زمانہ باقی ہے اس کا کام شروع کر۔ (یعنی پچھلی زندگی کے گناہ معاف ہو گئے اب از سر نو زندگی شروع کر) (غنیۃ الطالبین اردو ص ۱۴۳)

حمل اور دودھ پلانے کا اجر و ثواب

مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ جب وہ اپنے شوہر سے حاملہ ہو، اور وہ شوہر اس سے راضی ہو تو اس کو ایسا ثواب عطا کیا جاتا ہے کہ جیسے اللہ عزوجل کی راہ میں روزہ رکھنے اور شب بیداری کرنے والے کو ملتا ہے۔ اور اسے دردزہ (یعنی بچہ پیدا ہوتے وقت کا درد) پہنچنے پر ایسے ایسے انعامات دیئے جائیں گے کہ جن پر آسمان و زمین میں سے کسی کو مطلع نہیں کیا گیا۔ اور وہ بچے کو جتنا دودھ پلائے گی تو ہر گھونٹ کے بدلے ایک نیکی عطا کی جائے گی اور اگر اسے بچے کی وجہ سے رات کو جاگنا پڑے تو اسے راہ خدائے عزوجل میں ستّر غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ (کنز العمال بحوالہ قابل رشک خواتین ص ۲۰۲)

اس روایت حدیث شریف سے شوہروں کو ناراض کرنے، بچوں کی پیدائش سے راہ فرار اختیار کرنے، حسن و جمال کی خاطر سخت دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بچے کو دودھ کے پاؤڈر کے حوالے کرنے اور بچے کی خاطر رات میں اٹھنے پر شکوہ شکایت کر کے ثواب کو ضائع کرنے والی مسلمان بہنیں ضرور اپنے طرز عمل پر نظر ثانی فرمائیں تا کہ اجر و ثواب ضائع نہ ہو۔

سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت حالت حمل سے لے کر بچہ جننے اور دودھ چھڑانے تک (ثواب و مرتبے) میں ایسی ہے جیسی

اسلام کی راہ میں سرحد پر نگرانی کرنے والا کہ ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہتا ہے۔اور اگر یہ درمیان میں مرگئی تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔

سرحد کی حفاظت کرنے والے کے اجر وثواب کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:ایک دن اور رات اللہ کی راہ میں سرحد پر گھوڑا باندھنا،ایک مہینہ کے روزے اور قیام سے بہتر ہے۔(مسلم شریف)

اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر گھوڑا باندھنا دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔

(بخاری شریف)

رحمت کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: جب کوئی عورت اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو ہر گھونٹ کے پلانے پر ایسا اجر ملتا ہے کہ جیسے کسی جاندار کو زندہ کردیا۔پھر جب (دو سال بعد) دودھ چھڑاتی ہے تو ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ: تیرے پچھلے تمام گناہ معاف ہوگئے اب آگے جو کچھ کرے گی نئے سرے سے شمار ہوگا۔(ایضاص ۲۰۵)

انتباہ: طبی اور سائنسی نقطۂ نظر سے بھی ماں کا دودھ بچے کے لئے بے حد مفید اور بے ضرر ہے۔یہ نظام قدرت ہے کہ بچے کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی ماں کے پستان میں اس کی مرغوب غذا دودھ کی شکل میں پیدا فرمادیا ہے۔اور حدیث میں آیا ہے کہ بچہ اپنی ماں کا جتنا دودھ پئے گا اس کے ہر گھونٹ کے بدلے اللہ تعالیٰ ایک نیکی عطا فرمائے گا۔یعنی یہ اجر وثواب کا باعث ہے۔

آج سائنسداں بھی اس بات پر بہت زور دے کر کہہ رہے ہیں کہ مائیں بچوں کو اپنا دودھ پلائیں تاکہ بچے کی صحت ونشوونما بہتر ہو اور مائیں اپنے حسن وجمال کو برقرار رکھنے کے لئے پستان سے دودھ پلانا ترک نہ کریں۔حسن وجمال ایک دن ڈھلنے والی چیز ہے۔یہ ہمیشہ نہیں رہے گی۔ڈبے کا دودھ پلانے والی عورتیں اس بات پر توجہ دیں۔ورنہ بقول شاعر

اولاد میں کیا آئے بو ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

عورت کا فقط اتنا کام نہیں ہوتا کہ وہ اپنے پیٹ میں بچے کو اٹھاتی ہے اور وقت آنے پر جنم دیتی ہے۔ کیونکہ عورت کا مزاج اس کا کردار بلکہ اس کے تخیلات بھی اس بچے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ عورت کو فقط بچے کو جنم نہیں دینا ہے بلکہ نیک وصالح بچے کا تصور رکھنا ہے۔ آج کا غیر اسلامی معاشرہ مادی ترقی کے عروج کے باوجود معاشرتی تقدس اور ذہنی سکون سے خالی ہے۔ اس کی وجہ عورت کی تعمیر معاشرہ میں غفلت اور غلط روش ہے۔ اگر ماں معاشرہ انسانی کی تعمیر میں غلطی کی مرتکب ہوتی ہے تو اس کا یہ جرم نا قابل معافی ہوگا۔

آپریشن سے ولادت کا شرعی حکم

شرعی کونسل آف انڈیا مجلس اول کا فیصلہ منعقدہ ۱۹؍جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ/۲۱؍مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ یہ فیصلہ ہوا کہ محض دردِ زہ سے بچنے کے لئے برائے ولادت آپریشن کرانا جائز نہیں ہے۔ اور حالات کے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین بھی ایسے آپریشن کو ناپسند کرتی ہیں۔ بے ضرورت اجنبیہ عورت کے ستر کا کھولنا، دیکھنا، چھونا ان سب کی حرمت کتاب وسنت میں مصرح ہے۔ بے ضرورت اعضائے انسانی کی قطع وبرید، اس کے لئے اضاعت مال یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں جن میں خیانت حرام ہے۔ الخ

★ تمام مندوبین اس امر پر متفق ہیں کہ اگر تجربہ کار ڈاکٹر مسلم خواہ غیر مسلم الٹراساؤنڈ وغیرہ دیگر آلات طبیہ کی رپورٹ کی بنیاد پر آپریشن کرانے کا مشورہ دیں اور مبتلا بہا (حاملہ عورت) کی ظاہری حالت سے مریضہ اور اس کے تیمار دار آپریشن کے علاوہ کوئی صورت نہ پاتے ہوں تو آپریشن کرانے کی

اجازت ہے ——اور اگر ڈاکٹر کا مشورہ آلات طبیہ کی رپورٹ کے مطابق نہ ہو یا مریضہ کی ظاہری حالت سے آپریشن ضروری نہ معلوم ہوتا ہو تو آپریشن کی اجازت نہیں ——اور اس تمام معاملہ میں مسلم خاتون ڈاکٹر کو ترجیح دی جائے۔
قاعدہ شرعیہ ہے: الضرورات تبیح المحظورات۔ اور الاشباہ میں ہے:
"لان مباشرة الحرام ولا تجوز الا بالضرورة۔" (الاشباہ، ج ۱، ص ۲۶۱)

★ تین بار آپریشن سے بچہ پیدا ہونے کے بعد اطباء (ڈاکٹر) ضبط تولید کی تاکید کرتے ہیں۔ اور ضبط تولید نہ کرنے کی صورت میں ہلاکت جان کا خوف دلاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ڈاکٹروں کے مشورے پر عمل کرنے کے بارے میں حکم یہ ہے کہ تین بار آپریشن کے بعد اطبائے حذاق (یعنی تجربہ کار ڈاکٹر) ضبط تولید کا حکم دیں تو ضبط تولید کے وہ طریقے استعمال میں لائے جائیں جن میں نسبندی و نل بندی جیسے آپریشن اور بے جا کشف ستر کی نوبت نہ آئے۔ بے آپریشن و بے کشف ستر ضرورت پوری ہوتی ہے تو اجازت نہیں۔ الخ

نوٹ: تفصیلی رپورٹ ماہنامہ سنی آواز ناگپور شمارہ مارچ، اپریل ۲۰۱۴ء، ص ۵۶، ۵۷ پر ملاحظہ کیجئے۔

حاملہ عورت مرگئی اس کے پیٹ میں بچہ ہے تو کیا کرے؟

اس بارے میں حکم یہ ہے کہ مری ہوئی عورت کے پیٹ میں بچہ حرکت کررہا ہے تو بائیں جانب سے پیٹ چاک کرکے بچہ نکالا جائے۔ اور اگر عورت زندہ ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ مرگیا اور عورت کی جان پر بنی ہو تو بچہ کاٹ کر نکالا جائے، اور بچہ بھی زندہ ہو تو کیسی ہی تکلیف ہو بچہ کاٹ کر نکالنا جائز نہیں۔

(بہار شریعت، ح ۴، ص ۱۳۲)

فتاوی عالمگیری میں ہے: "امرأة حامل ماتت وعلم أن مافی

بطنها حی فانه یشق بطنها من الشق الأیسر و کذا کان اکبر رأیھم أنه حی یشق بطنها۔ (ج ۴، ص ۱۱۴، کتاب الکراھیة)

فتاویٰ ابواللیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت مرگئی اور وہ حاملہ تھی اور یقین ہوا کہ اس کے پیٹ کا بچہ زندہ ہے تو عورت مذکور کا پیٹ بائیں طرف سے چاک کیا جائے۔ اسی طرح اگر گمان غالب یہ ہو کہ اس کے پیٹ کا بچہ زندہ ہے تو بھی یہی حکم بنے۔ یہ محیط میں ہے۔ اور منقول ہے کہ ایسا فعل حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجازت سے کیا گیا تھا سو اس کا بچہ زندہ رہا یہ سراجیہ میں ہے۔ (ترجمہ فتاوٰی عالمگیری کتاب الکراہیۃ، جلد نہم ۹، ص ۹۸)

مٹی کھانا خودکشی ہے

امت مرحومہ کے غمخوار آقا رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو ہر اس چیز سے منع فرمایا جو ان کے لئے نقصان کا باعث تھی۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من اکل الطین فکانّما اعان علی قتل نفسه۔ جو شخص مٹی کھاتا ہے تو گویا خودکشی کرتا ہے۔ (طبرانی، کتاب الطب النبوی از حافظ ابونعیم)

اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مٹی نہ کھایا کرو کیونکہ اس میں تین (بڑے) نقصانات ہیں۔ ایک یہ کہ ہمیشہ کی بیماری ہے، دوسرے اس سے پیٹ خراب ہو جاتا ہے، تیسرے اس سے انسان کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ (جامع کبیر)

اگرچہ رنگ کا زرد ہونا خود بیماری تو نہیں مگر کسی نہ کسی دوسری بیماری کی علامت ہوتی ہے۔ عموماً جگر میں نقص کی وجہ سے جب خون کم پیدا ہوتا ہے تو خون میں سرخ ذرات کی کمی ہو جاتی ہے تو چہرے پر زردی چھا جاتی ہے۔ مرض یرقان

(پیلیا) وزیادتی صفرا کی وجہ سے بھی چہرہ زرد ہو جاتا ہے۔ یہاں جس زردی کا ذکر ہے وہ جگر کی خرابی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ مٹی کھانے سے معدہ کے ساتھ ساتھ جگر کے افعال میں بھی زبردست نقص واقع ہو جاتا ہے اور پورا خون پیدا نہیں ہوتا۔

(رہبر زندگی مع طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۴۳، سنت نبوی اور جدید سائنس ج ۱ ص ۲۲۳)

مٹی اپنی خاصیت میں پاک ہے جب تک اس پر ناپاکی نہ لگے وہ پاک رہتی ہے، لیکن مٹی کھانے کی چیز نہیں۔ مٹی کھانا یا مٹی کی ملاوٹ والی چیز کھانا نہایت مضر صحت ہے۔ اس ضمن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک آپ کے سامنے ہے۔ مٹی کے اجزاء ایسے نہیں کہ وہ ہاضمہ میں مدد دے سکیں کیونکہ مٹی معدہ میں بیٹھ جاتی ہے۔ اور معدہ کو بے حد نقصان پہنچاتی ہے۔ (طب نبوی ص ۱۷۲)

مٹی کھانا طبعاً مضر اور شرعاً حرام ہے

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۲۴۷ طبع پاکستان میں فرماتے ہیں: گل خوردنی خالص سوندھی مٹی خوشبو خوش ذائقہ جسے طین خراسانی کہتے ہیں۔ بعض حاملہ عورتیں اور پست طبیعت لوگ اسے کھاتے ہیں یہ طباً مضر اور شرعاً حرام ہے۔ حاشیہ میں ہے کہ مٹی کھانا حرام ہے۔ یعنی زیادہ کہ مضر ہے "خاک شفا" شریف سے تبرکاً قدرے چکھ لینا جائز ہے۔ جیسے پان میں چونا۔ کمافی نصاب الاحتساب۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مٹی کھانے سے منع فرمایا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ یہ کتنی خطرناک خوراک ہے۔ بعض ایسے مریض ہیں جو جگر اور گردوں کی پتھری میں مسلسل مبتلا ہیں۔ اگر ایک دفعہ پتھری نکل گئی تو پھر بن گئی۔ ڈاکٹر کیور (فزیالوجسٹ) لکھتے ہیں: ایسے مریضوں کے اسباب مرض پر جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ تیس فیصد مریض مٹی کھاتے تھے۔ ان میں خاص

طور پر عورتیں اور بچے شامل تھے۔ مٹی سے گردوں کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ اور جب گردے متاثر ہوں گے تو ان کی کمزوری جنسی امراض کا باعث بن جائے گی۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس ج ۱ ص ۲۲۵، ۲۲۴)

لہٰذا جو عورتیں حالت حمل یا ویسے ہی سوندھی مٹی اور ٹھیکرے وغیرہ کھاتی چباتی ہیں۔ اور بعض مردوں اور بچوں کو بھی اس کے کھانے کی لت پڑ گئی ہے اگر انہیں اپنی صحت و زندگی پیاری ہے اور شریعت کا پاس و لحاظ ہے تو اس کے کھانے سے اجتناب و احتراز کریں۔ تاکہ ان کی صحت و زندگی تباہ و برباد نہ ہو۔

زمانہ حمل کی چند حفاظتی تدابیر

حمل کے زمانے میں عورت ایسی ثقیل غذائیں نہ کھائیں جس سے قبض پیدا ہو جائے۔ ایسی حالت میں پاؤں زور سے زمین پر نہ پڑے، اور نہ دوڑ کر چلے۔ اسی طرح اونچی جگہ سے نیچے کو ایک دم جھٹکے کے ساتھ نہ اترے۔ اسی طرح سیڑھی پر دوڑ کر نہ چڑھے، بلکہ آہستہ آہستہ چڑھے۔ غرض اس کا خیال رکھے کہ پیٹ نہ زیادہ ہلے اور نہ پیٹ کو جھٹکہ لگے۔ حاملہ عورت کو چلنے پھرنے کی عادت رکھنی چاہئے کیونکہ ہر وقت بیٹھے اور لیٹے رہنے سے بادی اور سستی بڑھتی ہے۔ معدہ خراب ہو جاتا ہے اور قبض کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر حاملہ عورت کو قے آنے لگے تو پودینہ کی چٹنی یا کاغذی لیموں کا استعمال کریں۔ اگر ایسی حالت میں بھوک نہ لگے تو ہلکی اور سادہ غذائیں کھائیں۔ اور اگر پیٹ میں درد یا ریاح ہو تو نمک سلیمانی، یا جوارش کمونی وغیرہ کھائے۔ بہر حال تیز دواؤں کے استعمال اور انجکشن وغیرہ سے بچنا بہتر ہے۔ ایسی حالت میں علاج سے بہتر پرہیز اور احتیاط ہے۔ بعض حاملہ عورتوں کے پیروں پر ورم آجاتا ہے یہ کوئی خطرناک چیز نہیں ہے۔ بچہ کے ولادت کے بعد خود بخود ورم جاتا رہتا ہے۔ (جنتی زیور ص ۴۴۲، ۴۴۱)

موبائل کا استعمال

بحالت حمل موبائل کا استعمال مضر ہے۔ جدید طبی تحقیق کے مطابق موبائل کی وجہ سے بلڈ پریشر، دل کا دورہ اور چڑچڑاپن جیسی بیماریاں پہلے کے مقابلہ میں بڑھتی جارہی ہیں اور یہ چڑچڑاپن گھریلو تناؤ کا سبب بن رہا ہے۔

موبائل کا ایک خطرناک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ حاملہ عورت اور اس کے پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کی صحت واخلاق پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے۔ موبائل بجلی سے چلتا ہے، موبائل کو پہلے بجلی سے چارج کیا جاتا ہے، موبائل کے اندر کرنٹ اور بجلی کی شعائیں بھری رہتی ہیں اور بجلی کی یہ شعائیں عام آدمی کے لئے بھی نقصان دہ ہیں۔

آج موبائل سے نکلنے والی شعائیں حاملہ عورت اور اس کے جنین (پیٹ میں پرورش پانے والا بچہ) کی صحت کو مفلوج اور ناکارہ بنارہی ہیں۔ لہٰذا حاملہ عورت دوران حمل موبائل کا زیادہ استعمال نہ کریں۔ اور موبائل استعمال بھی کریں تو اسے اپنے سے دور رکھیں۔ سرہانے تکیہ کے نیچے ہرگز نہ رکھیں۔ جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق کے مطابق آخری تین چار ہفتوں میں جنین کے کانوں میں اس کی ماں اور اردگرد کی آوازیں پہنچنے لگتی ہیں۔ آج کی مائیں جب حاملہ ہوتی ہیں تو ان ایام میں دردِ زہ اور تکلیف کا عذر پیش کر کے فرائض وواجبات، نماز روزہ اور اوراد ووظائف چھوڑ دیتی ہیں اور فضول باتوں اور بیکار کاموں میں مشغول رہتی ہیں۔ فلمیں دیکھتی ہیں۔ گانے سنتی ہیں اور موبائل کے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔ ان ماؤں اور حاملہ عورتوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی فلم بینی، فحش گوئی اور گانے سننے کا اثر ان کے پیٹ میں پلنے والے بچے پر پڑ رہا ہے۔ یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ کریں!

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ماں کی شکم میں تھے تو آپ کی والدہ ماجدہ تلاوت قرآن کریم کیا کرتی تھیں۔ تقریباً ۱۷ پارہ تک پہنچی تھیں کہ سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ہوگئی۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ ۱۷ پارہ کے پیدائشی حافظ تھے —— ماں کی حرکت وعمل کا پیٹ میں پرورش پانے والے بچوں پر یہ اثر نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ماں دورانِ حمل قرآن کی تلاوت کرے گی تو بچہ حافظ قرآن بن کر ہی پیدا ہوگا۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ تلاوت قرآن کریم اور ماں کے اچھے کاموں کا اثر بچوں پر ضرور پڑے گا۔ حاملہ عورتوں کو اس سلسلے میں خاص توجہ دینے اور حتی الامکان موبائل سے بچنے کی ضرورت ہے۔

(ماخوذ از ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، شمارہ اگست ۲۰۱۴ء، صفحہ ۳ و ۵)

وضع حمل یعنی وقت ولادت کیا پڑھے

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں جب ولادت کا وقت قریب آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ تم حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آیت الکرسی اور آیت: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۝ ۔ (پ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۵۴) اور ساتھ میں معوذتین (یعنی سورۂ فلق و ناس) خیر و عافیت کے لئے پڑھیں۔ (پنجسورۂ رضویہ مع الوظیفۃ الکریمہ ص ۲۷۳)

ایسے وقت میں ان آیات کریمہ کے پڑھنے کا کسے خیال۔ ایسی حالت میں جاہل عورتیں جمع ہوکر ایک ہنگامہ کھڑا کردیتی ہیں۔ حالانکہ پیدائش کے وقت کسی ہوشیار دایہ یا لیڈی ڈاکٹر کو بلالینا چاہئے۔ اناڑی دائیوں کی غلط تدبیروں سے اکثر زچہ بچہ کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اس پر توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔

جب مسلمان کے گھر میں بچہ پیدا ہو تو اس کا نال کاٹا جائے اور غسل دیا جائے۔ اور مستحب ہے کہ جس قدر جلدی ہوسکے اس کے داہنے کان میں چار بار اذان اور بائیں کان میں تین بار اقامت یعنی تکبیر کہی جائے۔ اور اس اذان میں پورے سترہ کلمے یعنی "الصلوٰۃ خیر من النوم" بھی پڑھا جائے۔ اذان وتکبیر کے کلمات چونکہ شیطان کے لئے تازیانہ ہے شیطان ان کلمات کو سن کر ۳۶ میل دور بھاگ جاتا ہے۔ لہٰذا جب نومولود بچے کے کانوں میں یہ کلمات پڑھے جائیں گے تو بچہ شیطان کے اثرات سے محفوظ رہے گا۔ اور وہ امراض جو شیطان کے اثرات سے ہوتے ہیں ان سے بچہ کی حفاظت ہوجائے گی۔ جیسے ام الصبیان وغیرہ عام طور پر اس مسئلہ میں سستی برتی جاتی ہے۔ بعض قوموں میں اس کا رواج ہی نہیں، اور اگر ہے بھی تو اذان پڑھنے والے کی تلاش میں کافی تاخیر ہوجاتی ہے۔ حالانکہ اس مسئلہ میں کسی کی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ گھر کے افراد میں سے کوئی بھی اس سنت کو انجام دے سکتا ہے۔ اس لیے کہ اذان و اقامت اسلامی شعائر میں سے ہیں۔ اور تمام ہی امت مسلمہ کے افراد کے لئے ان کلمات کو یاد کرنا ضروری ہے۔ یہ بات بڑی افسوسناک ہوگی کہ ہمیں اذان و اقامت کے کلمات بھی یاد نہ ہوں۔

نومولود کے کانوں میں اذان کہنا نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ ہے۔ اور امت مسلمہ کا سلفاً خلفاً اسی پر عمل چلا آرہا ہے۔

نومولود بچے کے کان میں موبائل سے اذان

اذان کے باب میں مؤذن کی جو صفات بتائی گئی ہیں ان کے مطابق اسے ایک ذی عقل انسان ہونا چاہیے۔ نومولود بچے کے کان میں اذان یہ بھی شرعی حکم ہے۔ اور ایک حد تک یہ اسلامی شعار بھی ہے اس لئے اس میں بھی مؤذن کو ذی عقل وشعور ہونا چاہیئے۔ موبائل ایک بے عقل آلہ ہے اور اس کی آواز محض نقل کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اس سے حکم شرعی پورا نہ ہوگا۔ اذان کے لئے عالم وفاضل ہونا ضروری نہیں۔ گھر کے جو لوگ موجود ہیں انہیں میں سے کوئی دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہہ دیں کافی ہے۔ ورنہ اطراف یا بستی سے کسی بھی نمازی مسلمان کو بلا کر اذان واقامت کہلائی جاسکتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کان میں جب وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے نماز کی اذان جیسی اذان کہی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر عمل ہے۔ (جامع ترمذی شریف مترجم ج ۱ ص ۷۵۴)

اُمُّ الصبیان سے حفاظت کے لئے اذان واقامت

اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ: مَنْ وُّلِدَلَهٗ مَوْلُوْدٌ وَّاَذَّنَ فِيْ اُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَاَقَامَ فِيْ اُذُنِهِ الْيُسْرٰى رُفِعَتْ عَنْهُ اُمُّ الصِّبْيَانِ ۔ جس بچہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے تو اسے "ام الصبیان" (جموگھا) کی بیماری نہیں ہوتی۔ (احیاء العلوم اردو ج ۲ ص ۱۳۵)

اس خطرناک بیماری ام الصبیان سے محفوظ ہوجانے کے ساتھ ساتھ

اذان واقامت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ارشاد نبوی علیہ التحیۃ والثناء ہے کہ اذان واقامت سنتے ہی شیطان دور بھاگ جاتا ہے جہاں سے یہ آواز سنائی نہ دے۔ بچہ کے کان میں سب سے پہلے جو آواز جائے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسما طیبہ ہوں۔ چنانچہ اذان واقامت سنا کر اسے فطرت کی یاد تازہ کردی جاتی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی کبریائی، اس کی وحدانیت اور دوشہادتین تلقین کردی جاتی ہیں جو اسلام میں داخل ہونے کی پہلی سیڑھی ہے۔

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نومولود کے کانوں میں اذان واقامت کو سنت قرار دے کر مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا۔ اس طرح کہ وہ اپنے بچہ کو شیطان کے کچوکوں اور وسوسہ اندازیوں سے محفوظ و مصئون کرلیں۔ ارشاد نبوی علیہ التحیۃ والثناء ہے کہ شیطان بوقت پیدائش بچہ کو کچوکے لگاتا ہے۔

تنبیہ: بہت لوگوں میں یہ رواج ہے کہ لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اذان کہی جاتی ہے، اور لڑکی پیدا ہوتی ہے تو نہیں کہتے یہ نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ لڑکی پیدا ہو جب بھی اذان واقامت کہی جائے۔ (بہار شریعت ح ۱۵ ص ۱۵۳)

اُمُّ الصبیان ہے کیا؟

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ حضور یہ "صرع" کیا کوئی بلا ہے؟ جواباً ارشاد فرمایا: ہاں! بہت خبیث بلا ہے اور اس کو "ام الصبیان" کہتے ہیں اگر بچوں کو ہو۔ ورنہ صرع (مرگی) تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اگر پچیس برس کے اندر اندر ہوگی تو امید ہے کہ جاتی رہے اور اگر پچیس برس والے کو ہو تو اب نہ جائے گی۔ ہاں کسی ولی کی کرامت یا تعویذ سے جاتی رہے تو امر آخر ہے۔

یہ فی الحقیقت ایک شیطان ہے جو انسان کو ستاتا ہے۔ حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں ایک عورت اپنی لڑکی کولائیں۔ عرض کی صبح و شام یہ مصروعہ ہوجاتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو قریب کیا اور اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: "اُخْرُجْ عَدُوَّاللہِ وَاَنَا رَسُوْلُ اللہِ" نکل اے خدا کے دشمن میں اللہ کا رسول ہوں۔ اسی وقت اسے قے آئی ایک سیاہ چیز جو چلتی تھی اس کے پیٹ سے نکلی اور غائب ہوگئی، اور وہ عورت ہوش میں ہوگئی۔

حضور (سیدنا) غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص کو "مرگی" ہوگئی۔ حضور نے فرمایا: اس کے کان میں کہہ دو "غوث اعظم کا حکم ہے کہ بغداد سے نکل جا"۔ چنانچہ اسی وقت وہ اچھا ہوگیا۔ اور اب تک بغداد مقدس میں مرگی نہیں ہوئی۔

پھر فرمایا: بچہ پیدا ہونے کے بعد جو اذان میں دیر کی جاتی ہے اس سے اکثر یہ مرض ہوجاتا ہے۔ اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلا کام یہ کیا جائے کہ نہلا کر اذان و اقامت بچہ کے کان میں کہہ دی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر محفوظی ہے۔ (الملفوظ حصہ سوم ص ۷۲)

بچہ کی پیدائش کے وقت شیطان کی شرارت

ابھی حدیث شریف بیان کی گئی کہ بچہ کی پیدائش کے وقت شیطان کچوکے لگاتا ہے۔ اب احادیث کریمہ نقل کی جاتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَامِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا مَسَّہُ الشَّیْطَانُ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَھِلُّ صَارِخًا مِّنْ مَّسِّ الشَّیْطَانِ غَیْرَ مَرْیَمَ وَابْنِھَا۔ انسان کا جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے شیطان اس کو چونکا دیتا ہے جس سے بچہ زور سے رونے لگتا ہے۔ مگر حضرت مریم اور ان کے بیٹے (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ

شیطان کے اس چونکے سے محفوظ رہے)(بخاری، مسلم)

یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر چاہو تو اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھ لو! وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ (پ ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۶)

حضرت مریم کی والدہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! میں اپنی بیٹی حضرت مریم اور اس کی اولاد کو شیطان سے حفاظت کے لئے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ (بہتر ہے کہ بچے کے کان میں یہ دعا بھی کہہ دی جائے، بفضلہٖ تعالیٰ بچہ شیطان کے شر سے محفوظ و مامون رہے گا)

(مرأۃ شرح مشکوۃ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۲۸۴)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر انسان کے پہلو میں پیدائش کے وقت شیطان انگلی چبھوتا ہے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، ان کو بھی چبھونے گیا تھا مگر پردہ میں تھے۔ (آپ کو چبھو نہ سکا)(بخاری شریف)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بچہ اس وقت چیختا ہے جب شیطان حرکت مارتا ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس خصوصیت میں تمام انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔ (یعنی ان حضرات کو بھی پیدائش کے وقت شیطان اپنی انگلی نہیں چبھو سکا)

(نووی شرح صحیح مسلم لقط المرجان فی احکام الجان للسیوطی ترجمہ اردو تاریخ جنات و شیاطین ص ۸۰،۸۱)

ابلیس نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قسم کھا کر کہا تھا کہ میں ان سب کو بہکاؤں گا اور گمراہ کروں گا۔ دنیا میں آکر وہ اپنی قسم کو بھولا نہیں۔ وہ خود اور اس

کی ذریت سب ہی انسانوں کی دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔ انسان کا بچہ جیسے ہی پیدا ہوتا ہے اسی وقت سے شیطان کی دشمنی شروع ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَّسِّ الشَّيْطَانِ یعنی نومولود بچہ پیدا ہوتے ہی چیختا ہے یہ شیطان کے کچوکے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

نال کاٹنے کے لئے دایہ ہونا ضروری نہیں

ہمارے ہاں یہ رسم بھی جاری ہے کہ "نال" صرف دایہ کاٹ سکتی ہے۔ اگرچہ وہ چاہے جتنی رقم طلب کرے اگر برادری کا کوئی فرد نال کاٹ دے تو وہ برادری سے الگ کر دیا جاتا ہے یہ صحیح نہیں ناف کا کاٹنا ولی اور غیر ولی سب کو جائز ہے۔ درمختار میں ہے: لَا عَوْرَةَ الصَّغِيْرِ جِدًّا۔ فتاویٰ عالمگیری میں سراج وہاج سے ہے لِلْاَبِ اَنْ يَّخْتُنَ وَلَدَهُ الصَّغِيْرَ۔ یعنی باپ کو جائز ہے کہ اپنے چھوٹے بچے کی ختنے کی کھال کاٹے۔ جب ختنے کی کھال کاٹنا باپ کو جائز ہے تو ناف کا کاٹنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔

اور یہ ہرگز ضروری نہیں کہ خواہی نخواہی دایہ ہی سے نال کٹوائے، اگرچہ وہ کتنی ہی مزدوری مانگے یہ محض ظلم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ (پ ۳ سورۃ البقرہ آیت ۲۸۶)

اور رہا یہ سوال کہ بیگانہ مرد کو عورت کی نفاس کی حالت میں جانا حرام ہے یہ بھی محض بے معنیٰ ہے۔ بیگانہ مرد کا بے پردہ عورت کے پاس جانا ہر حالت میں حرام ہے۔ اور پردہ کی حالت میں نفاس وغیر نفاس یکساں ہے۔ اور نال کاٹنے کے لئے عورت کے پاس جانے کی کوئی حاجت بھی نہیں، بچہ کاٹنے والے کے سامنے لا سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول ص ۲۴۰)

ضروری تنبیہ: رہا یہ سمجھنا کہ نال صرف دایہ ہی کاٹ سکتی ہے۔ یہ لوگ مسئلہ کی ناواقفی کی بنا پر اس رسم کے پابند ہیں۔ اگر کسی مسلمان مرد وعورت نے یہ کام انجام دے دیا تو اسے برادری سے بائیکاٹ کر دینا یہ صریح ظلم عظیم ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کو چاہئے کہ اس حرکت بد سے توبہ کریں۔ اور جس کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا ہے اس سے معافی بھی مانگیں۔

نال کاٹنے کا طریقہ

نال کاٹنے کا کام اگرچہ زیادہ تر دائی اور میڈ وائف انجام دیتی ہے۔ مگر کسی کام یا بات کا جاننا نہ جاننے سے بہتر ہے کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ دائی بچہ پیدا ہونے کے وقت نہ مل سکی اور بچہ پیدا ہو گیا تو کوئی بھی عورت بطریق ذیل نال کاٹ سکتی ہے۔ ایک حافظ صاحب نے مجھے بتایا کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا اتفاق سے دائی جو یہ کام انجام دیتی تھی وہ گھر پر موجود نہیں تھی۔ دوسرے دن جب اپنے گھر آئی تو اس کام کو انجام دیا۔ یہ ہے اس رسم بد کی پابندی کی سزا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت وسمجھ عطا فرمائے آمین

"آنول" باہر آجائے یعنی خارج ہو جائے اور اس کی حرکت وتڑپ بند ہو جائے تو اول نال کو بچہ کے پیٹ کی طرف سونتا جائے تا کہ سارا خون آنول سے بچے کے پیٹ میں چلا جائے۔ پھر تین انگل نال بچے کی طرف چھوڑ کر تاگا سے کس کر باندھ دیا جائے۔ پھر دو انگل چھوڑ کر دوسرا بند لگا دیا جائے اب دونوں بندوں کے درمیان کے حصے کو تیز چھری، بلڈ یا قینچی سے کاٹ دیں۔ اور گھما کر باندھ دیں۔ کٹے ہوئے نال پر سرسوں کا تیل بھی لگا دیجئے۔ اس کے بعد نومولود بچے کو گرم پانی سے نہلا کر صاف ملائم بستر پر داہنی کروٹ لٹا دیں۔ ناف جب تک خشک ہو کر نہ گر جائے ناف پر پٹی بندھی رکھیں۔ انگوٹھے کو چراغ کی لو پر

گرم کر کے نال کو بار بار سینکے یا گرم تیل کا پھاہا رکھتی رہیں نال بہت جلد اچھا ہو جاتا ہے۔(آداب مباشرت حصہ سوم ص ۱۱۶،۱۷)

دائی کا پیشہ جائز ہے

دائی کا پیشہ شرعاً جائز ہے اس سے جو اُجرت حاصل ہوتی ہے اس کا کھانا جائز ہے۔ اگر وہ دوسرے کو کھلائے تو یہ بھی کھا سکتا ہے۔ یوہیں اس کے گھر کا کھانا یا اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز ہے ناجوازی کی کوئی وجہ نہیں۔

(فتاویٰ امجدیہ، ج ۴ ص ۱۰۵)

نومولود بچے کی احتیاطی تدابیر

پیدائش کے بعد بچے کو پہلے نمک ملے ہوئے نیم گرم پانی سے نہلائیں۔ پھر اس کے بعد سادہ پانی سے غسل دیں تو بچہ پھوڑے پھنسی کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ نمک ملے ہوئے پانی سے بچوں کو کچھ دنوں تک نہلاتے رہیں تو یہ بچوں کی تندرستی کے لئے بہت مفید ہے۔ اور نہلانے کے بعد بچوں کے بدن میں سرسوں کے تیل کی مالش بچوں کی صحت کے لئے اکسیر ہے۔

☆ بچوں کو دودھ پلانے سے پہلے روزانہ دو تین مرتبہ ایک انگلی شہد چٹادیا کریں تو یہ بہت مفید ہے۔

☆ پیدائش کے بعد بچوں کو ایسی جگہ رکھیں جہاں روشنی تیز نہ ہو۔ کیونکہ بہت تیز روشنی میں رہنے سے بچے کی نگاہ کمزور ہو جاتی ہے۔(جنتی زیور)

زَچہ کی احتیاطی تدابیر

پیدائش کے بعد زچہ کے بدن میں تیل کی مالش بے حد مفید ہے۔ جیسا کہ پرانا طریقہ ہے کہ ولادت کے بعد چند دنوں تک مالش کرائی جاتی ہے یہ

بہت ہی مفید ہے۔ یہ کام کچھ دنوں تک دایہ جو غیر مسلمہ ہوتی ہے۔ اور نائن اس کام کو انجام دیتی ہے کافرہ عورت سے مومنہ عورت کا مثل نامحرم مردوں کے پردہ فرض ہے۔ لہٰذا عورتیں تیل ابٹن کراتے وقت اپنی ستر وغیرہ کا پوری طرح خیال رکھیں۔ ان کے سامنے اپنا ستر ہرگز نہ کھولیں۔ یہ جو دستور ہے کہ بچہ کی پیدائش کے وقت عورت کو بالکل ننگی کر دیتی ہیں اور سب عورتیں سارا بدن دیکھتی ہیں۔ یا ضرورت کی جگہ کے علاوہ سر اور پیٹھ اور پیٹ اور ران وغیرہ بچہ جنانے والی دیکھتی ہیں یہ حرام و گناہ ہے۔ اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ کوئی چادر یا تہبند باندھ دی جائے۔ اور صرف ضرورت کی جگہ دائی یا میڈ وائف کے سامنے وقت ضرورت کھول دی جائے۔ اگر کوئی مجبوری ہو تو ضرورت کے موافق علاج کرانے والے کے سامنے جسم کھولنا درست ہے۔ مگر ضرورت سے زیادہ درست نہیں۔

تَحْنِیْک یعنی گھٹی دینا

تحنیک اسے کہتے ہیں کہ کوئی بزرگ اور نیک آدمی کھجور یا چھوارا یا کوئی میٹھی چیز اپنے منہ میں چبا کر بچے کے تالو میں لگا دے تاکہ بچہ شیریں زبان اور با اخلاق ہو۔ اور پیٹ میں سب سے پہلے جو غذا پہنچے وہ کھجور یا چھوارا ہو۔ اور کسی بزرگ اور مقبول الٰہی بندہ کا لعاب دہن۔ اگر کوئی بزرگ شخص نہ ملے تو شہد ہی چٹا دیں۔ اس کے بعد ماں اپنے بچے کو دودھ پلائے۔

آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نومولود بچے کے کان میں اذان و اقامت دے کر کسی رسم کو رائج کرنا مقصود نہ تھا۔ بلکہ اس کے پس پردہ بھی دینی محرکات و دواعی ہیں کہ بچہ رحم مادر سے نکلنے کے بعد نئی دنیا میں آنکھیں کھول رہا ہے۔ نئے مناظر و مشاہد کو دیکھ رہا ہے اور دیکھ دیکھ کر لوح ذہن پر ثبت کر رہا ہے۔ تو اس وقت بھی اسے اس کے مقصد اور فلسفۂ حیات کی یاددہانی کرا دی

جائے۔ اسے یہ جتا اور بتا دیا جائے کہ تمہیں اپنی زندگی میں انہیں اطوار و افکار کو اپنانا ہوگا۔ جو جنین ہونے کی حالت میں رحم مادر میں بھی محسوس کرتے آئے ہو۔ اس کے وجدان و شعور میں یہ نقش کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ اس امت عظیمہ کا فرد ہے جو توحید و رسالت اور اس کے لوازمات کو اپنا عقیدہ قرار دیتی ہے۔

انہیں جذبات و نظریات کو اس کے ذہن پر لاشعوری طور پر مرتسم کرنے کے لئے انہی اسلامی اخلاقیات کو اس کی شخصیت کا حصہ بنانے کے لئے اس سے اگلا قدم کسی نیک متدین اور تقویٰ شعار، یگانۂ روزگار آدمی سے گھٹی دلوانا ہے۔ تاکہ اس مرد خدا کے لعاب اور ہاتھ کی برکت سے فیضیاب غذا اس نومولود کی پہلی غذا ہو۔ اور نتیجتاً اس کے اخلاق و اطوار حمیدہ و پسندیدہ اور قابل رشک ہوں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تعامل کو بیان فرماتی ہیں: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے نومولود بچوں کو رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں لاتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے دعائے برکت فرماتے اور انہیں گھٹی دیتے۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم ج ۲ ص ۳۰۰)

چنانچہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں حمل سے تھیں جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئیں تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں بچہ کو لے کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی اور میں نے بچہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں ڈال دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھجور منگوائی اور اس کو چبایا پھر اپنا لعاب دہن اقدس اور کھجور اس کے منہ میں ڈال کر اس کے تالو میں لگا دیا۔ پھر بچے کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ اور یہ اسلام میں پہلا بچہ تھا جو ہجرت کے بعد ایک مہاجر کے گھر

میں پیدا ہوا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوا میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے منہ میں کھجور چبا کر ڈالی۔ (بخاری شریف)

بچے کو کھجور چبا کر چٹانا سنت ہے

ماں کے پیٹ میں بچے کو جو خوراک ملتی ہے اس کا اور کھجور کا مزاج بالکل یکساں ہے۔ حتیٰ کہ ماہرین طب کے مطابق جو اجزاء بچے کو ماں کے پیٹ کی خوراک میں ملتے ہیں بالکل وہی اجزاء کھجور کا حصہ ہیں۔

اکثر ولادت کے بعد بچے کو گھٹی، یا جدید قسم کا ایسا مرکب دیا جاتا ہے جس سے بچے کا معدہ اور آنتیں صاف ہو جائیں۔ اس کے لیے کھجور کا بچے کے معدے میں پہنچانا تمام مرکبات سے اعلیٰ اور مفید ہے۔

اکثر بچے پیدائشی کمزوری میں مبتلا ہوتے ہیں اگر ان کو پیدائش کے فوراً بعد دودھ، پانی، یا کوئی اور چیز دی جائے تو بچوں میں دست کی حالت شروع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل آخرت اور قیامت میں مفید اور مسلم ہے۔ (سنت نبوی علیہ التحیۃ والثناء اور جدید سائنس ص ۳۰،۳۱)

اسلام میں اولاد کی تربیت سے متعلق جو ذمہ داریاں والدین پر عائد ہوتی ہیں اس میں سے ''تحنیک'' بھی ہے۔ حدیث پاک میں اس سنت کی نشاندہی کی گئی ہے جس کی طرف مسلمانوں کو بالکل توجہ نہیں ہے اور یہ سنت متروک ہوتی جا رہی ہے۔ حالانکہ سنت پر عمل کرنے سے دینی و دنیوی منافع ہوتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے ایک بات تو یہ ثابت ہو رہی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غیر معمولی تعلق اور عقیدت

تھی۔اسی وجہ سے اگر کسی کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو سب سے پہلے اس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں لایا جاتا تھا۔اور آپ اس کے لئے خیر وبرکت کی دعا کے ساتھ کھجور یا کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے تالو پر مل دیتے تھے اور اپنا لعاب دہن اقدس اس کے منہ میں ڈالا کرتے تھے۔اسی عمل کو "تحنیک" کہتے ہیں اور اس کو سنت قرار دیا گیا ہے۔اور ایک مردہ سنت کو زندہ کرنے میں سو شہیدوں کا اجر وثواب ملتا ہے۔لہٰذا اس سے غفلت نہیں کرنی چاہئے۔

بصورت دیگر بچے کو شہد چٹانا

اگر کوئی بزرگ و نیک مقبول الٰہی بندہ نہ ملے تو بچہ کو شہد ہی چٹا دیا جائے۔جیسا کہ مالا بدمنہ میں مشمولہ رسالہ "احکام عقیقہ" (مطبوعہ استنبول ترکی) ص ۱۷۵ میں ہے۔"اولیٰ برائے تحنیک ثمر است پس رطب پس شہد"۔

شہد کے بارے میں مولیٰ عزوجل کا ارشاد ہے: فیہ شفاء للناس (الآیہ) ترجمہ رضویہ: جس میں لوگوں کی تندرستی ہے۔(پ ۱۴ سورہ النحل آیت ۶۹) حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ: میرے علم میں دنیا کی کوئی دوا ایسی نہیں ہے جن کے بارے میں قرآن مجید میں یہ فرمایا گیا ہو کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔صرف شہد ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔اس لئے اس پر ایمان لانا فرض ہے کہ شہد میں شفاء ہے۔جو اس کا انکار کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔کیونکہ وہ قرآن کا منکر ہے۔اس لئے بہرحال اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ شہد میں شفا ہے۔(مسائل القرآن ص ۲۵۲)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو شفاؤں کو اپنے اوپر لازم کر لو۔یعنی شہد اور قرآن مجید کو۔(مشکوٰۃ شریف مترجم ج ۲ ص ۲۷۴)

شہد نافع ترین دواؤں میں ہے اور قرآن کریم ہر روحانی مرض کے واسطے دوا ہے۔ اس لیے قرآن اور شہد دونوں شفاؤں کو تھامے رکھنے کا حکم ہے۔
جس طرح ہم لوگ حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے مطابق مہد سے لے کر لحد تک علم حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی طرح کلام الٰہی کے فرمان اور حضور پاک صاحب لولاک علیہ التحیۃ والثناء کے بابرکت ارشادات کے مطابق شہد بھی مہد سے لے کر لحد تک استعمال کرتے ہیں۔
جب ہمارے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے شہد چٹاتے ہیں۔ اور بعض طبیب قریب المرگ مریضوں کو بھی شہد چٹانا بہتر قرار دیتے ہیں۔ شہد چھوٹے بچوں اور خاص کر شیر خوار بچوں کے لے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہر مہینے میں تین دن صبح کے وقت شہد چاٹ لیا کرے اسے کوئی بیماری نہیں پہنچے گی۔ لہٰذا "تحنیک" یعنی گھٹی کے بعد ماں اپنے بچے کو دودھ پلائے۔

ماں بچے کو کتنے دن دودھ پلائے

ماں اپنے بچے کو صرف دو سال تک دودھ پلا سکتی ہے البتہ دو سال کے اندر دودھ چھڑا سکتی ہے۔ یعنی اگر بچہ کھانے پینے لگا، یا حمل کی وجہ سے بچہ کو دودھ نقصان کرتا ہے تو اس وجہ سے دو برس سے پہلے ہی دودھ چھڑانے میں کچھ حرج نہیں۔ لیکن دو سال کے بعد دودھ پلانا حرام وگناہ ہے۔ لڑکا ہو خواہ لڑکی دونوں کو صرف دو سال تک دودھ پلایا جائے۔ بعض عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ لڑکے کو دو سال اور لڑکی کو سوا دو سال، یا لڑکی کو دو سال اور لڑکے کو ڈھائی سال تک دودھ پلایا جائے یہ شرعاً غلط ہے۔
لڑکا ہو خواہ لڑکی دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہے۔ مدت پوری ہونے

کے بعد بطور علاج بھی دودھ پلانا جائز نہیں۔ مولیٰ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ۔ (پ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۳) ترجمہ رضویہ: اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس۔

اس مدت کا پورا کرنا لازم نہیں اگر بچہ کو ضرورت نہ رہے اور چھڑانے میں اس کے لئے خطرہ نہ ہو تو اس سے کم مدت میں بھی چھڑانا جائز ہے۔

قرآن مقدس گھریلو معاملات اور اولاد کی تعلیم و تربیت وغیرہ کے متعلقہ امور میں بھی زوجین کو مشورہ کا اشارہ دیتا ہے۔ قرآن کریم میں رب کا ارشاد ہے: فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (الایہ) (پ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۳) ترجمہ رضویہ: پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ یعنی دو سال کے اندر دودھ چھڑا سکتے ہیں۔

غیر کے بچے کو دودھ پلانے میں احتیاط چاہئے!

اگر کوئی عورت کسی دوسرے کے بچے کو دودھ پلانا چاہے تو خوب اچھی طرح غور و فکر کر لے۔ اور شوہر کی اجازت و مشورے کے بعد پلائے۔ کیونکہ بچہ کو ڈھائی سال کے اندر دودھ پلا دیا گیا تو آئندہ پھر ان دودھ شریکی بچوں سے آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔ عورتوں کو چاہئے کہ بلا ضرورت دوسرے کے بچوں کو دودھ نہ پلایا کریں۔ اور پلائیں تو خود بھی یاد رکھیں۔ اگر پڑھی لکھی ہیں تو بہتر یہ ہے کہ لکھ لیں اور لوگوں سے بھی یہ بات بتا دیں تا کہ آئندہ کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ عورت کو بلا اجازت شوہر کسی دوسرے کے بچے کو دودھ پلانا مکروہ ہے۔ البتہ اگر اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے تو کراہت نہیں۔ اگر میعاد کے اندر ہے تو رضاعت ثابت

ہوجائے گی۔ مدت رضاعت ڈھائی سال ہے۔ اس مدت کے بعد کسی عورت کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ (ردالمحتار، بہار شریعت وغیرہ)

انتباہ: عورت اپنا دودھ کسی دوسرے بچہ کے حلق یا ناک میں نہ ڈالے۔ منھ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائے گا۔ اور اگر کان میں ڈالا تو رضاع نہیں۔ والا قطار فی الاذن لا یثبت به الحرمة، لان الظاهرانه لایصل الی الدماغ ۔ (عالمگیری ج۱ ص ۳۴۴، الملفوظ حصہ اول ص ۱۰، بہار شریعت حصہ ہفتم ص ۳۱)

یوں ہی دوا میں بھی نہ ڈالے، پانی یا دوا میں عورت کا دودھ ملا کر پلایا تو اگر دودھ غالب ہے یا برابر ہے تو رضاع ہے، مغلوب ہے تو نہیں۔ (جوہرہ: بہار شریعت وغیرہ)

اور غلبہ کی شناخت یہ ہے کہ رنگ، یا مزہ، یا بو دودھ کا ہے تو دودھ کا غلبہ ہے اور حرمت رضاعت ثابت ہے۔ اور دوا غالب ہے تو رضاعت نہیں۔ اور اگر دونوں برابر ہیں جب بھی رضاعت ثابت ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ ج ۲ ص ۹۷)

اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر دوا سے اس قدر بدل دے کہ دودھ نہ رہے، بچہ کی غذا نہ ہو سکے تو حرمت نہ ہوگی ورنہ ہوگی۔ اگرچہ رنگ، مزہ، بو سب بدل جائیں اور یہی راجح ہے۔ حرمت رضاعت کے لئے بچے کا پستان سے پینا ہی ضروری نہیں بلکہ جس طرح منھ یا ناک کے ذریعہ دودھ اس کے جوف میں پہنچے گا حرمت لائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۵۲۲، مطبوعہ پاکستان)

اکثر لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں کہ بچہ کو دودھ پلانے کی مدت صرف دو سال ہے۔ بعض عورتیں اپنے بچے کو اس وقت تک دودھ پلاتی رہتی ہیں جب تک کہ دوسرا حمل یا بچہ پیدا نہ ہوجائے۔ بعض عورتوں سے فخریہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ میں نے اس بچہ کو چار یا پانچ سال تک دودھ پلایا ہے۔ یہ بات فخر کی نہیں بلکہ افسوس کی ہے کہ اس نے اپنے بچے کی پرورش حرام غذا سے کی ہے۔ ڈاکٹری اور طبی نقطۂ نظر سے بھی یہ صحت کے لئے مضر ہے۔ اور شرعاً حرام و گناہ۔

بیٹے اور بیٹیاں عطیۂ الٰہی ہیں

اللہ تعالیٰ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور بیٹا نہ دے، اور جسے چاہے بیٹے دے بیٹیاں نہ دے۔ یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں۔ اور جسے چاہے بانجھ کردے کہ اس کے اولاد ہی نہ ہو، وہ مالک ہے اپنی نعمت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے۔ جسے جو چاہے دے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بھی یہ سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔ حضرت لوط و حضرت شعیب علیہما السلام کے صرف بیٹیاں تھیں کوئی بیٹا نہ تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف فرزند تھے کوئی دختر ہوئی ہی نہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار (۱) فرزند عطا فرمائے اور چار صاحبزادیاں۔ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے کسی کام پر کسی کو نہ کوئی دخل ہے اور نہ کوئی اس پر اعتراض کرسکتا ہے۔ (خزائن العرفان)

قرآن کریم میں اس کی پوری وضاحت کردی گئی ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ۙ﴿۴۹﴾ اَوۡ یُزَوِّجُهُمۡ ذُکۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌ قَدِیۡرٌ ﴿۵۰﴾

(پ ۲۵ سورۃ الشوریٰ آیت ۴۹، ۵۰)

ترجمہ رضویہ: جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے، یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کردے بے شک وہ علم وقدرت والا ہے۔

---

(۱) اصح یہ ہے کہ تین ہیں (مدارج النبوۃ اردو ج ۲ ص ۱۷۷) یعنی حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ سید المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قول کو زیادہ صحیح بتایا ہے۔

بیٹی کی پیدائش رحمت وبرکت کا ذریعہ ہے

گمراہ معاشرے میں بچیوں کی پیدائش پر رنج وغم کا اظہار کیا جارہا ہے۔ حالانکہ اسلام نے بیٹی کی پیدائش کو رحمت وبرکت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور ان تمام تصورات اور جاہلانہ خیالات کی بیخ کنی فرمادی جن کے تحت عورت کی ذات اور اس کی شخصیت کو ذلت وخواری کا منبع قرار دیا جاتا تھا۔ لڑکا پیدا ہونے پر عام طور پر زیادہ خوشی کی جاتی ہے۔ اور لڑکی پیدا ہونے پر بعض لوگ بجائے خوشی کے رنج وغم میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ یہ کفار کا طریقہ ہے مومن کا وطیرہ نہیں۔ قرآن کریم میں مولیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (پ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۵۸)۔ ترجمہ رضویہ: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منھ (غم سے) کالا رہتا ہے، اور وہ غصہ کھاتا ہے۔ کفار کی یہ حالت تھی کہ جب ان کے ہاں بچی پیدا ہوتی تو گھر میں صف ماتم بچھ جاتی۔ باپ کا چہرہ فرط غم سے سیاہ پڑ جاتا اور شرم کے مارے وہ لوگوں کی نظروں سے چھپا چھپا رہتا۔ افسوس! آج اکثر مسلمانوں کی بھی یہی حالت پائی جاتی ہے۔ حالانکہ بچی کا پیدا ہونا باعث رحمت وبرکت ہے۔ جس گھر میں بچیاں پیدا ہوتی ہیں اس گھر میں روزانہ آسمان سے بارہ رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور فرشتے اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں۔ اور شب وروز ان کے والدین کے لیے سال بھر کی عبادت لکھی جاتی ہے۔ اور لڑکیوں کے والدین کو اللہ تعالیٰ زیادہ رزق عطا فرماتا ہے۔ بچیاں اپنے والدین کے لئے دوزخ سے حجاب ہوں گی۔ (نزہۃ المجالس اردو ج ۲ ص ۱۳۰، فوائد الفواد اردو ص ۲۹۹ وغیرہ)

بچیوں کی پیدائش باعث مسرت وشادمانی ہے

لڑکے کی پیدائش پر نہ تو زیادہ خوش ہونا چاہئے اور نہ لڑکی کی پیدائش پر غمگین ہو۔ کیا معلوم کہ اس کے حق میں دنیا و آخرت کے لحاظ سے لڑکا بہتر ہے یا لڑکی۔ بہت سے لڑکے والے تمنا کرتے دیکھے گئے ہیں کہ کاش ہمارے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہوتی۔ یا ہم بے اولاد ہی رہتے تو اچھا تھا۔ اگر غور کیا جائے تو لڑکیاں اتنی تکلیف نہیں پہنچاتیں، جتنی تکلیف لڑکے پہنچاتے ہیں۔ اس کے برعکس لڑکیوں میں خدمت گذاری کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے۔ وہ جب تک باپ کے یہاں رہتی ہیں ماں باپ کی خدمت کرتی ہیں۔ اور جب شوہر کے گھر جاتی ہیں تو شوہر کی خدمت کرتی ہیں۔ اس لئے ان کی تربیت و پرورش کی بڑی فضیلت ہے۔

حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں، اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں: یہ ایک ناتواں جان ہے جو ایک ناتواں جان سے پیدا ہوئی ہے۔ جو اس بچی کی پرورش کرے گا اللہ تعالیٰ کی مدد قیامت تک اس کے شامل حال رہے گی۔ (طبرانی)

اسی پر بس نہیں بلکہ بیٹی کی پیدائش کو جنت کی بشارت قرار دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے بچی پیدا ہوئی اور اس نے جاہلیت کے طریقے پر زندہ دفن نہیں کیا، اور نہ اس کو حقیر جانا اور نہ لڑکوں کو اس کے مقابلے میں ترجیح دی تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔ (ابوداؤد شریف)

صاحب تفسیر روح البیان شریف رقم طراز ہیں: الشرعۃ اور اس کی شرح

(مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام ص ۵۴، ۵۳، ۵۴ مطبوعہ استنبول ترکی)
میں ہے بچیوں کی پیدائش سے خوشی کا اظہار کیا جائے۔ تاکہ اہل جاہلیت کا رد ہو۔
اس لیے کہ وہ ان سے کراہت کرتے ہوئے انہیں زندہ درگور کردیتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ وہ عورت خوش نصیب ہے جو سب سے پہلے بچی جنے۔ جیسا کہ قرآنی ارشاد: یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا (الآیہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی کے بیان میں عورت کا ذکر پہلے فرمایا۔ (چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں سب سے پہلے ولادت باسعادت حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہوئی تو جس عورت کے سب سے پہلے بچی ہوئی وہ بڑی ہی خوش نصیب ہے۔ گویا رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سنت عطا فرمادی)

★ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لڑکیوں کے ساتھ آزمایا جائے یعنی اس کے لڑکیاں پیدا ہوں اور وہ ان کے ساتھ احسان کرے یعنی ان کا نکاح اپنی کفو میں کرے تو وہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔

★ نیز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام "مُجَھِّزَاتٌ وَ مُؤنِسَاتٌ" رکھا ہے۔ "مُجَھِّزَاتٌ" تو اس لیے کہ ان کے لیے جہیز تیار کیا جاتا ہے۔ اور یہ لقب ان کے لیے تیمناً و تفاؤلاً ہے اور ''مونسات'' اس لیے کہ ان سے والدین اور شوہر مانوس ہوتے ہیں اور یہ ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

★ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھے وہ اولاد عطا فرمائے جس میں مشقت اور تکلیف نہ ہو۔ میری دعا مستجاب ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچیاں عطا فرمائی ہیں۔

اس سے ''وہابیہ'' کا رد ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے اختیار تھے ورنہ آپ کے نرینہ اولاد ہوتی۔ حالانکہ درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نرینہ اولاد (جن کی طویل عمر ہوتی) اللہ تعالیٰ سے مانگی ہی نہیں تھی۔ اور یہ دعا بھی امت کی تعلیم کے لئے تھی تاکہ بچیوں کی پیدائش سے نہ گھبرائیں۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بچیوں سے مت گھبراؤ اس لیے کہ میں بھی ''ابوالبنات'' بچیوں کا باپ ہوں۔

فائدہ: صاحب تفسیر روح البیان قدس سرہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ بچیوں سے نہ گھبرانے کا موجب اتنا کافی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ابوالبنات ہیں۔ کیونکہ اگر بچیوں کا باپ ہونا بری بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لڑکیوں سے نہ نوازتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وہی پسند فرماتا ہے جو بہتر و اعلیٰ ہوتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ شے سے گھبراتا ہے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب کا نشانہ بناتا ہے۔ ہمارے دور میں تو بہت تھوڑے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب سے بچ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ عموماً لوگ بچیوں کی پیدائش سے گھبراتے ہیں۔ حالانکہ بچیوں کی پیدائش سے اہل جاہلیت گھبراتے تھے۔ اگر وہ بد بخت وہی پسند کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تو انہیں بہت بڑا شرف اور بزرگی نصیب ہوتی۔

(تفسیر روح البیان شریف اردو ج ۱۳ پ ۲۵ ص ۵۲،۱۵۱)

تربیت و پرورش کا صلہ جنت ہے

بچیوں سے حسن سلوک کے بارے میں ارشادات رسول اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ کیجیے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کی مشکلات اور سختیوں پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، کیونکہ اس نے ان سے رحمت بھرا سلوک کیا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر دو ہوں؟ فرمایا: دو کا حکم بھی یہی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا: اگر ایک ہو؟ فرمایا ایک کا بھی یہی حکم ہے۔ (کنز العمال ج۱۶ ص ۴۵۲)

☆ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی کے دو بیٹیاں ہوں وہ جب تک اس کے پاس ہوں، وہ ان سے اچھا سلوک کرے تو وہ اس کے لیے جنت میں جانے کا سبب بنیں گی۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الادب ص ۲۶۹)

☆ نیز ارشاد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: جس شخص کے ایک لڑکی ہو اور وہ اس کو اچھا ادب سکھلائے۔ اور اچھا کھانا کھلائے اور جو نعمت اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی ہے اسی نعمت میں سے لڑکی کو بھی دے تو وہ لڑکی اس کے لیے دوزخ سے دائیں بائیں آڑ بن جائے گی۔ اور اسے جنت میں لے جائے گی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ابواب الادب ج۱۰ ص ۲۴۳)

☆ اسی مضمون کی ایک حدیث شریف حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اس وقت تک حسن سلوک کرتا رہے جب تک وہ اس کے پاس رہیں تو میں

اور وہ شخص ان دو انگلیوں کی طرح (انتہائی قریب) جنت میں ہوں گے۔ (جامع الترمذی ص ۲۸۵، ابواب البر والصلۃ)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ: جو شخص بازار سے کوئی اچھی چیز اپنے اہل وعیال کے لیے لائے تو گویا وہ ان کے لیے صدقہ لے کر آیا ہے۔ یہاں تک وہ چیز ان کو دے دے۔ اور دینے کی ابتدا لڑکیوں سے کرنی چاہیے۔ اس لیے جو شخص لڑکی کا دل خوش کرتا ہے گویا وہ خدائے تعالیٰ کے خوف سے روتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر دوزخ کی آگ حرام فرما دیتا ہے۔

(الکامل ابن عدی ج ۴ ص ۵۵۴، بحوالہ: احیاء العلوم اردو ج ۲ ص ۱۳۴)

لڑکیاں خدائے تعالیٰ کی سوغات ہیں

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: لڑکیاں خدا کا تحفہ ہیں پس جو ان کو خوش رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو لڑکیاں عنایت فرماتا ہے اس سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو شخص لڑکیوں کے پیدا ہونے پر خوشی کرے تو یہ خوشی کرنا خانۂ کعبہ کی ستر بار زیارت کرنے سے بھی زیادہ فضیلت والی ہے۔ جو والدین اپنی لڑکیوں پر رحم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوگی قیامت کے دن اس کے اور دوزخ کے درمیان پانچ سو سال کی راہ کی دوری ہوگی۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ لڑکیوں سے بہ نسبت لڑکوں کے زیادہ پیار کرتے تھے۔ (انیس الارواح مجلس نمبر ۱۰ ص ۲۵)

رحم مادر میں بچیوں کا قتل

بچیوں کی پیدائش پر رنج و غم کرنا اور اسے باعث ننگ و عار سمجھنا، اور انہیں زندہ درگور کرنا یہ عرب کے چند خاندان اور قبیلے والوں کا دستور تھا، جسے ہم دور جاہلیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن آج کے دور حاضر کو لیجئے اس دور جدید کو لوگ بہت ترقی یافتہ دور سمجھتے ہیں۔ مگر اس پر آشوب دور میں اس سے کہیں بدتر حالت ہے۔ اس دور میں نہ جانے کتنی بچیوں کا روزانہ قتل ہو رہا ہے۔ ان سے دنیا میں آنے کا حق ہی چھین لیا گیا ہے۔ یعنی انہیں دنیا میں آنے کا موقع ہی نہیں دیا جا رہا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بعض نادان لوگ بحالت حمل عورت کا ''الٹرا ساؤنڈ'' کرا کے دیکھتے ہیں کہ رحم مادر میں لڑکی ہے یا لڑکا؟ اگر لڑکی ہے تو اسے زہریلی دوا دے کر پیٹ ہی میں ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنی ان ظالمانہ حرکتوں سے دور جاہلیت کو بھی مات دے دی ہے۔ اس طرح سے قتل کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہر سال دس سے پندرہ ہزار روپے کی فیس کے عوض پانچ سے سات لاکھ لڑکیوں کو رحم مادر میں قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ کاروبار ایک ہزار کروڑ روپیوں کا ہے۔ (راشٹریہ سہارا، نئی دہلی ۶/ جون ۲۰۰۶ء) یہ اندازہ تقریباً آٹھ سال پہلے کا ہے۔

حضرات آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ مذکورہ آلہ حمل کی خرابیوں کو جانچنے کے لئے ایجاد ہوا تھا جسے تخریب پسند انسانی ذہن یعنی شاطر معالجوں نے لڑکیوں کو رحم مادر میں ختم کرنے کا اوزار بنا لیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس ذریعے سے ہر سال ۲۵ لاکھ ماؤں کے رحم میں پلنے والی لڑکیوں کو پیدائش سے قبل تہہ تیغ کر دیا جاتا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ملک کی ترقی یافتہ شمار ہونے والی ریاستوں سے لے کر پچھڑے صوبوں تک یہ کام نہایت دیدہ دلیری کے

ساتھ قانونی حد بندی کے باوجود جاری ہے۔ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں لڑکیوں کی ہلاکت کے مختلف طریقے بھی اپنائے جاتے ہیں جن لوگوں کو رحم مادر میں ''اسکیننگ'' کی سہولت حاصل نہیں یا جو ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والے جنین کا بروقت اندازہ نہیں لگا پاتے وہ لڑکیوں کو ان کی پیدائش کے فوراً بعد منھ میں مٹھی ڈال کر یا ان کی ناک میں تمباکو سے تیار کیمیکل بھر کر ان کی جان لے لیتے ہیں۔گزشتہ دنوں سائنس دانوں کی ایک ٹیم نے ملک کی ساٹھ لاکھ عورتوں کا قومی سروے کیا جس کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ ہر سال ہندوستان میں توقع سے ۵ لاکھ لڑکیاں کم پیدا ہوئی ہیں۔ کیونکہ انہیں ماں کی کوکھ میں ہی ختم کر دیا جاتا ہے۔''یونیسیف'' کی ایک رپورٹ مظہر ہے کہ گزشتہ بیس برسوں کے دوران مختلف طریقوں سے تقریباً ۱۰ ملین لڑکیوں کو پیدائش سے قبل یا بعد میں موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔(ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے تو دس ملین سولاکھ ہوئے یعنی ایک کروڑ بچیوں کو قتل کیا گیا)۔

(روزنامہ انقلاب لکھنؤ، شمارہ ۲۶ راگست ۲۰۱۳ء صفحہ ۸)

حکومت نے اس بارے میں سخت قانون ضرور بنایا ہے کہ ایسے لوگوں کو سخت سزادی جائے گی لیکن اس دھمکی کا کوئی اثر ان ظالم لوگوں پر نہیں ہو رہا ہے۔ وہ لوگ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آرہے ہیں۔آج تک اس قانون پر کتنا عمل ہوا، کتنے لوگوں کی پھانسیاں ہوئیں۔ کتنے الٹراساؤنڈ ضبط کئے گئے یہ لوگوں پر بخوبی عیاں ہے۔

صرف کاغذی قانون بنا دینا ہی کافی اور بس نہیں بلکہ اس قانون کی دھجیاں اڑانے والوں پر شکنجہ کسنا چاہیئے۔تاکہ بے گناہ بچیوں پر اس ظلم وستم کا دروازہ بند ہو۔اس قسم کی حرکتیں کرنے اور کرانے والے اپنے کیفر کردار کو پہنچیں اور لوگوں کو عبرت ہو کہ اس قبیح وسنگدلانہ حرکت سے باز آئیں۔ یہ تو رہا دنیاوی

قانون کی بے بسی کا حال۔ اب قرآنی فیصلہ سنئے اور عذاب خداوندی سے اپنے آپ کو بچایئے!۔

بچیوں کا قتل سنگین جرم ہے

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے بعض لوگ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں میں زندہ درگور کرنے کا طریقہ بھی مختلف تھا۔ اس کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ اگر وہ بچی کو جان سے مار ڈالنا چاہتا تو اسے چھوڑے رکھتا یہاں تک کہ وہ چھ سال کی ہو جاتی، پھر اس کی ماں سے کہتا کہ بناؤ سنگار کر کے خوشبو وغیرہ لگا دے میں اسے سسرال لے جاؤں گا۔ اور وہ پہلے ہی سے جنگل میں اس کے لیے گڑھا کھود کر تیار رکھتا۔ جب بچی کو اس گڑھے پر لے جاتا تو اس سے کہتا کہ اس کے اندر جھانک۔ جب وہ بچی اس گڑھے کے اندر جھانکتی تو وہ ظالم باپ اسے پیچھے سے دھکا دے کر اس گڑھے میں گرا دیتا پھر وہ اس پر مٹی ڈال دیتا، یہاں تک کہ اسے زمین کے برابر کر کے لوٹتا۔

بعض کے نزدیک اس کا طریقہ یہ ہوتا کہ جب حاملہ عورت وضع حمل کے قریب ہوتی تو پہلے سے کھودے ہوئے گڑھے پر لے جاتا۔ اگر وہ بچی جنتی تو اسے گڑھے میں پھینک کر گڑھے کو مٹی سے بھر دیتا۔ اور اگر وہ عورت بچہ جنتی تو اسے اٹھا کر گھر لے جاتا۔ یہ سنگدلانہ اور ظالمانہ کام اس طرح بعض عرب انجام دیتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی چند طریقے اور بھی رائج تھے۔

ایک شخص حضور نبی کریم رؤف و رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور بچی زندہ درگور کرنے کا قصہ بیان کرنے لگا کہ ہم اہل جاہلیت و بت پرست تھے، اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ میرے ہاں ایک لڑکی تھی میں نے اسے بلایا وہ خوشی خوشی میرے ساتھ ہو لی۔ میں اسے لے کر ایک

کنوئیں پر پہنچا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں گرا دیا وہ ''ابا، ابا کہتی تھی۔
یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ قصہ مجھے پھر سناؤ! اس شخص نے اس قصہ کو دہرایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی۔

زندہ درگور کرنے کے وجوہات بھی مختلف بیان کئے گئے ہیں۔ کفار عرب اپنی ننھی بچیوں کو فقر و فاقہ یا عار و شرم یا عبادت کے لیے زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ فقر و فاقہ کی وجہ سے جو لوگ یہ حرکتیں کر رہے تھے ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ (الایہ) (پ۸ سورۃ انعام آیت ۱۵۱) ترجمہ رضویہ: اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔

یہ لوگ مفلسی کی وجہ سے اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ خود کھانے کو نہیں اولاد کو کہاں سے کھلائیں گے۔ اسی لیے فرمایا کہ رزق دینے والے ہم ہیں تم کو اور تمہاری اولاد کو بھی۔ دوسری جگہ بجائے "مِنْ اِمْلَاقٍ" خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (پ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۱) فرمایا گیا ہے۔ یعنی مفلسی کے ڈر سے قتل کر ڈالتے تھے۔ یہ ان کا ذکر ہوگا جو فی الحال مفلس نہیں مگر ڈرتے ہیں کہ جب عیال زیادہ ہوں گے تو کہاں سے کھلائیں گے۔ چونکہ پہلے طبقہ کو عیال سے پہلے اپنی روٹی کی فکر ستا رہی تھی۔ اور دوسرے کو زیادہ عیال کی فکر نے پریشان کر رکھا تھا۔ شاید اسی لیے یہاں "خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ" کے ساتھ "نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ" اور پہلی آیت میں "مِنْ اِمْلَاقٍ" کے ساتھ "نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ" ارشاد فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس آیت کریمہ میں اولاد کو زندہ درگور کرنے اور مار ڈالنے کی حرمت بیان کی گئی ہے جس کا جاہلیت میں دستور تھا۔ انہیں بتایا گیا کہ روزی دینے والا تمہارا، ان کا سب کا اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر تم کیوں قتل جیسے شدید جرم کا ارتکاب کرتے ہو۔

اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، دنیا کی زینت اور رونق ہے، آنکھ کا نور دل کا سرور ہے۔ جس گھر میں اولاد نہ ہو وہ گھر بے رونق، اولاد ہی بڑھاپے کا سہارا اور مرنے کے بعد ماں باپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوتی ہے۔ اس کی ہلاکت سے اپنی تعداد کم ہوتی ہے، اپنی نسل مٹتی ہے یہ دنیا کا خسارہ اور گھر کی تباہی ہے۔ اور آخرت میں اس پر عذاب عظیم ہے۔ تو یہ عمل دنیا اور آخرت دونوں میں تباہی کا باعث ہوا۔ اور اپنی دنیا و آخرت دونوں کو تباہ کر لینا اور اولاد جیسی عزیز اور پیاری چیز کے ساتھ اس قسم کی سفاکی اور بے دردی گوارا کرنا انتہا درجہ کی حماقت اور جہالت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیۡکُمۡ عُقُوۡقَ الۡاُمَّھَاتِ وَوَأۡدَ الۡبَنَاتِ (مشکوٰۃ باب البروالصلۃ) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام فرمادیا ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا۔

عورتیں جن چیزوں پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کیا کرتی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی۔ قرآن کریم میں ہے: وَلَا یَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَھُنَّ (الایہ) (پ ۲۸ سورۃ ممتحنہ آیت ۱۲)

ترجمہ رضویہ: اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔ جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو بخیال عار باندیشۂ ناداری زندہ دفن کردیتے تھے۔ اس سے ہر قتل ناحق سے باز رہنا اس عہد میں شامل تھا۔

بیان کیا جاچکا کہ زندہ درگور کرنے کا طریقہ عربوں کے بعض قبائل میں رائج تھا۔ اس کا ایک سبب فقر کا اندیشہ ہوتا اور معاشی خستہ حالی کے پیش نظر وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ کھانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ اس لیے تحدید نسل اور فیملی پلاننگ کا جو جاہلانہ اور ظالمانہ طریقہ انہوں نے اختیار کر رکھا تھا وہ بچوں کو پیدا ہوتے ہی ان کو دفن کردینے کا تھا۔ اس کا دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ لڑکیوں کی پیدائش کو اپنے لئے عار سمجھتے تھے کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو دیں گے وہ ہمارا داماد کہلائے

گا۔ یہ جھوٹی غیرت انہیں اس قبیح اور سنگدلانہ حرکت پر آمادہ کرتی تھی۔
لیکن ان ظالم وجابر لوگوں کے ساتھ کچھ ایسے افراد بھی تھے جو اس قبیح وشنیع رسم پر آنسو بہاتے اور بیٹی کو جہاں تک ہوسکتا بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی زید بن عمرو بن نفیل کو جب پتہ چلتا کہ فلاں کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے اور وہ اسے زندہ دفن کرنا چاہتا ہے۔ تو دوڑ کر اس کے پاس جاتے اور اس بچی کی پرورش اور اس کی شادی وغیرہ کے اخراجات کی ذمہ داری اٹھاتے اور اس طرح اس بچی کی جان بچاتے۔
مشہور شاعر فرزدق کے دادا صعصعہ بن ناجیہ المجاشعی کا بھی یہی معمول تھا۔ حضرت علامہ آلوسی علیہ الرحمہ نے طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نے زمانہ جاہلیت میں بھی نیک کام کئے ہیں، کیا مجھے ان کا بھی اجر ملے گا؟ میں نے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بچیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچایا، اور ہر ایک کے عوض دو، دو، دس دس ماہی گابھن اونٹنیاں اور ایک ایک اونٹ بطور فدیہ ان کے باپوں کو دیا۔ کیا مجھے اس عمل کا کوئی اجر ملے گا؟ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اَجْرُہٗ اِذْمَنَّ اللّٰہِ عَلَیْكَ بِالْاِسْلَامِ ۔ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس عمل کا اجر تو تجھے مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اسلام کی توفیق مرحمت فرمائی اور نعمت ایمان سے تجھے سرفراز کردیا۔ (روح المعانی) چنانچہ فرزدق اپنے دادا کے اس کارنامے پر فخر کیا کرتا تھا۔ اس کا ایک شعر ہے:

وجدّی الذی منع الوائدۃ   فاحیا الوئید فَلَمْ تؤد

میرا دادا وہ ہے جس نے زندہ درگور کرنے والوں کو روکا۔ اور اس طرح ان بچیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچا کر زندگی بخش دی۔

(تفسیر ضیاء القرآن، ج۵، ص۵۰۱)

آخرت میں سخت سزا کی وعید

قرآن کریم نے ان کی اس حرکت پر سخت گرفت کی اور بتلایا کہ قیامت کے دن عدالت خداوندی میں اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں سے باز پرس ہوگی۔ اوران مظلوم بچیوں سے بھی سوال ہوگا کہ کس گناہ پر ان کو قتل کیا گیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ (پ ۳۰ سورۃ التکویر آیت ۸، ۹) ترجمہ رضویہ: جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔

زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے یہ سوال کہ وہ کس جرم میں ماری گئی؟ اس کے بے گناہ مارے جانے اور مارنے والے کی جرم کی سنگینی پر دلالت کرتی ہے۔

آیت کریمہ ہے: "سُئِلَتْ" پوچھا جائے گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا عدل وانصاف کے اظہار کے لئے۔ "بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ" کس خطا پر ماری گئی؟ ان خطاؤں پر جو قتل کے موجب ہیں عقلاً ونقلاً۔ یہ سوال قاتل کی توبیخ کے لیے ہے تاکہ وہ لڑکی جواب دے کہ میں بے گناہ ماری گئی۔ اس سے ایک مسئلہ تو یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کے ننھے بچوں کا قتل حرام ہے اگرچہ کفار حربی ہوں۔ قتل کرنے والا یہ مت سمجھے کہ ہماری اولاد ہے اس میں ہم جو چاہیں تصرف کریں۔ بلکہ اولاد ہونے کی وجہ سے جرم اور زیادہ سنگین ہوجاتا ہے۔ اس نے خود زندہ درگور کیا ہو یا اس پر راضی تھا بہر صورت وہ مجرم ہے اور سوال لڑکی کی طرف متوجہ کرنے میں بچی کی تسلی اور زندہ درگور کرنے والے پر کمال غیض وغضب اور اسے درجۂ خطاب سے گرا دینے کا اظہار اور اس کی رسوائی وذلت میں مبالغہ ہے۔

روح المعانی میں ہے: اظہار کمال الغیض والسخط لوائد ھا

واسقاطه من درجة الخطاب والمبالغة فی تبکیته یعنی اس انداز سے اپنے غضب وناراضگی کی انتہا کا اظہار کیا گیا۔ اس کو مخاطب بنانے کے درجے سے ہی گرادیا گیا اور اس کو رسوا کرنے میں مبالغہ سے کام لیا گیا۔ نیز ظالم سے اگر اس کے ظلم کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ اس کے لئے کئی حیلے بہانے تراشنے لگتا ہے۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ مظلوم سے پوچھا جائے تا کہ وہ اپنے غم والم کی داستان بیان کرے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دن ننھے ناسمجھ بچوں کو بھی ایسی سمجھ دے گا کہ وہ اپنے بے گناہ قتل ہونے کی گواہی دیں گے۔ تیسرے یہ کہ جب حمل میں جان پڑ جائے تو اسے گرانا حرام ہے کہ یہ جان کا قتل ہے۔ واضح رہے کہ قرآن کا یہ بیان اصلاح کے معاملہ میں اس قدر مؤثر ثابت ہوا کہ اس ظالمانہ رواج کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔ یہ رسم بد جس کا انسداد کسی دنیوی قوت سے نہ ہو سکا وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے عرب بلکہ آہستہ آہستہ تمام دنیا سے اٹھ گئی۔

آج کے اس پر آشوب دور میں بھی شادی اور جہیز کی مصارف کثیرہ کے خوف سے مسلمانوں کو بھی اپنی بچیاں وبال جان معلوم ہونے لگی ہیں۔ اگر کسی کے لڑکی پیدا ہوئی تو سمجھا کہ اب تو میرے مکان، دوکان یا جائداد کی خیر نہیں۔ اس لیے لڑکی پیدا ہونے سے گھبراتے ہیں۔ یہ فرمائشی جہیز اور تلک کی دین ہے۔ اس سے چھٹکارے کی تدابیر عمل میں لانی چاہیے۔ تا کہ اس فتنے کا سدباب ہو۔

حالانکہ لڑکیاں آخرت میں کام آئیں گی۔ والدین کی مغفرت اور بخشش کا ذریعہ بنیں گی، جنت میں داخل کرائیں گی ان کی پیدائش سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ حدیث شریف میں لڑکیوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے کہ اگر کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوا اور وہ اسے زندہ

نہ گاڑے، اور نہ اسے ذلیل وخوار کرے، اور نہ اولاد نرینہ سے حقیر سمجھے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ہر مسلمان کو اس حدیث شریف پر عمل کرنا چاہیے۔ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

لڑکیوں کا حمل گروانے والے کا حکم

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ حمل میں لڑکی ہو تو اس کو گروانے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ کے تحت فرماتے ہیں:

"جو شخص لڑکیوں کا حمل گروا دیتا ہے اسے لڑکیوں کی پرورش کی فضیلت والی حدیثیں سنائی جائیں۔ پھر اسے توبہ کرایا جائے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا اس سے عہد لیا جائے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ اس کے ساتھ کھانا، پینا اور سلام وکلام سب بند کر دیں۔ اس لئے کہ ایسے لوگوں پر سختی نہیں کی جائے گی۔ تو دوسرے لوگ بھی لڑکیوں کا حمل گروانا شروع کر دیں گے۔ پھر ایک وقت ایسا آجائے گا کہ مسلمانوں کے گھروں میں لڑکیاں پیدا ہی نہیں ہوں گی تو لڑکوں کی شادیاں نہیں ہو پائیں گی جو بہت سی برائیوں اور فتنوں کا سبب ہو جائے گا۔" (فتاویٰ برکاتیہ، ص ۲۶۲)

نفاس سے متعلق چند ضروری مسائل

بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو جو خون آتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں۔

عام طور پر عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چلہ نہ ہو۔ یعنی چالیس دن پورے نہ ہوں زچہ پاک نہیں ہوتی یہ محض غلط ہے۔ بلکہ جب بھی خون بند ہو جائے زچہ پاک ہو جائے گی۔ خون بند ہو جانے کے بعد ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت گناہ میں گرفتار رہتی ہیں۔ مردوں پر فرض ہے کہ وہ انہیں اس فعل

سے باز رہنے کی ہدایت کریں۔

نفاس کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے۔ نہ یہ کہ چالیس دن سے کم ہوتا ہی نہ ہو۔ نفاس کی کمی کی کوئی حد نہیں اگر بچہ کی پیدائش کے بعد دو چار منٹ ہی خون آکر بند ہو گیا تو عورت اسی وقت پاک ہو گئی۔ وہ نہا کر نماز روزہ شروع کر دے۔ اگر چالیس دن کے اندر دوبارہ خون نہ آیا تو نماز روزہ سب درست ہے۔ اس بارے میں ایک تحقیقی فتویٰ مبارکہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں!

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں: بچہ پیدا ہونے کے بعد جس وقت خون بند ہو جائے اگر چلے کے اندر پھر نہ آئے تو عورت اسی وقت سے پاک ہو جاتی ہے۔ مثلاً فقط ایک منٹ بھر خون آیا پھر نہ آیا تو بچہ پیدا ہونے کے اسی ایک منٹ تک ناپاک تھی۔ پھر پاک ہو گئی نہا کے نماز پڑھے، روزہ رکھے پھر اگر چلے کے اندر خون نہ آیا تو یہ نماز روزے سب صحیح ہو گئے۔ اور اگر پھر آ گیا تو نماز روزے چھوڑ دے۔

اب اگر پورے چلے یا اس سے کم پر جا کر بند ہوا تو شروع پیدائش سے اس وقت تک سب دن خون کے سمجھے جائیں گے۔ وہ نمازیں جو پڑھیں بیکار گئیں، اور وہ فرض روزے رکھے قضا کئے جائیں گے۔ اور اگر چلے سے بھی باہر جا کر بند ہوا تو اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے میں جتنے دن خون آیا تھا اتنے دن ناپاکی کے سمجھے جائیں گے باقی پاکی کے۔ مثلاً گھڑی بھر خون آیا اور بند ہو گیا پھر پچیس دن بعد آیا اور چالیس دن سے پاؤ گھڑی زیادہ تک آیا کہ شروع پیدائش بچہ سے اس وقت تک چالیس دن پاؤ گھڑی کا عرصہ ہوا۔ تو اس سے پہلے اگر کوئی بچہ نہ ہوا تھا جب تو پورا چلہ ناپاکی کا ہوگا۔ فقط پاؤ گھڑی یا جتنا چلّے سے بڑھا "استحاضہ" ہے اس میں وضو کر کے نماز پڑھ سکتی ہے۔ اور روزہ تو بہر حال روا ہے۔ اور اگر پہلے بچہ پر مثلاً بیس دن خون آیا تھا تو بیس دن ناپاکی کے ہیں باقی

دن پاکی کے ہیں۔ ان میں نماز، روزے نہ رکھے ہوں تو قضا کرنے ہوں گے یہ حکم ہے۔ اور جو عورتوں میں مشہور ہے کہ خون آئے یا بند ہو جائے چلّہ پورا کر کے ہی نہاتی ہیں۔ اور جب تک نمازیں قضا کرتی ہیں یہ سخت حرام ہے۔

رہا خاوند کے پاس جانا اگر چلّہ کے اندر خون بند ہو جائے اور اتنے دنوں سے کم ہو جتنے دن اس سے پہلے بچہ میں آیا تھا تو خاوند کے پاس جانا حرام ہے۔ اس کا جماع کے لیے کہنا عورت کسی طرح نہیں مان سکتی، مانے گی تو سخت گنہ گار ہوگی توبہ کرے۔ اور اتنے دن پورے ہو لئے جتنے دنوں اس سے پہلے بچہ میں آیا تھا اس کے بعد بند ہوا، اور چلّہ ابھی پورا نہ ہوا تو جب عورت نہا لے گی یا ایک نماز کا وقت اس پر گذر جائے گا اس وقت خاوند کے پاس جا سکتی ہے ورنہ ہرگز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۱۵۴)

استحاضہ کا خون شیطان کی شرارت

بعض دفعہ خون حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے کبھی مسلسل آتا رہتا ہے بند ہی نہیں ہوتا اسے استحاضہ کہتے ہیں۔ اور جو عورت اس میں مبتلا ہو اسے مستحاضہ کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ استحاضہ کی حالت میں عورت نماز روزے کے بارے میں کیا کرے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حیض نہیں ہے بلکہ یہ شیطان کی شرارت ہے۔ اس نے اندر جا کر رحم میں چوٹ ماردی ہے جس کی وجہ سے ایام عدت پورے ہونے کے باوجود بھی برابر جاری ہے۔

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ قَالَ: تِلْكَ رَكْضَةٌ مِّنْ رَكَضَاتِ الشَّیْطَانِ فِیْ رَحِمِهَا۔

(رواہا البزاز والطبرانی فی الکبیر والاوسط)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مستحاضہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان چوٹوں میں سے ایک چوٹ ہے جو شیطان نے رحم میں ماردی ہے۔

عادت کے مطابق جب دن گذر جائیں تو عورت غسل کرلے اور نماز شروع کردے، رمضان المبارک ہو تو روزہ بھی رکھے۔ ماہ رمضان کے علاوہ کوئی مہینہ ہو تو نفلی روزے بھی رکھ سکتی ہے۔ اور اس کا شوہر اس سے ہمبستری بھی کرسکتا ہے۔ اگر خون کسی وقت بھی ختم نہ ہو تو ہر نماز کے وقت شروع میں وضو کرلے یہ وضو آخر وقت تک چلے گا۔ (یعنی ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرلے)۔ اس وضو سے طواف بھی کرسکتی ہے، قرآن مجید بھی چھوسکتی ہے۔ حفظ تلاوت کیلئے وضو شرط نہیں ہے۔ البتہ جن دنوں کو حیض و نفاس قرار دے ان دنوں میں نماز روزہ اور تلاوت وغیرہ سے پرہیز کرے۔ اور اس کا شوہر بھی اس سے ہمبستری نہ کرے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت کو برابر خون جاری رہتا تھا۔ میں نے اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بیماری سے پہلے جتنے دن رات خون آتا تھا ہر مہینے اتنے دنوں کو حیض سمجھے۔ اور ان دنوں میں نماز چھوڑ دے جب وہ دن گذر جائیں جو حیض کے دن ہوتے ہیں تو غسل کرے، پھر کسی کپڑے کا لنگوٹ باندھ لے اور نماز پڑھا کرے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۶)

رسم ہنود

زچہ کی چوڑی، چارپائی اور مکان وغیرہ سب پاک ہے، صرف وہی چیز ناپاک ہوگی جس میں نجاست یا خون لگ جائے۔ بغیر نجاست لگے ہوئے

چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا رسم ہنود ہے۔ حالت نفاس میں عورت کو زچہ خانہ سے نکلنا جائز ہے۔ اس کو ساتھ کھلانے یا اس کا جھوٹا کھانے میں حرج نہیں۔ مسلمانوں میں بعض جگہ ان کے کھانے پینے کے برتن تک الگ کر دیے جاتے ہیں۔ بلکہ ان برتنوں کو مثل نجس کے سمجھا جاتا ہے یہ ہندوانی رسمیں ہیں۔ ایسی بیہودہ رسموں سے احتراز لازم ہے۔ بعض لوگ نفاس والی عورتوں کے ہاتھ کا کھانا اور ان کے ہاتھ کا چھوا پانی کھانے پینے میں اعتراض کیا کرتے ہیں یہ ان لوگوں کی لاعلمی اور جہالت وحماقت ہے ایسے وہم وخیال والوں کے بارے میں حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''جو لوگ ایسا کرتے ہیں ناجائز وگناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور مشرکین عنود، یہود بے بہبود ومجوس نامسعود کی رسم مردود کی پیروی کرتے ہیں۔ بحالت حیض ونفاس صرف شرمگاہ سے استمتاع ناجائز وحرام ہے بس اس سے احتراز لازم ہے۔

مشرکین اور یہود ومجوس کی طرح حیض ونفاس والی عورت کو ''بھنگن'' سے بھی بدتر سمجھنا بہت ناپاک خیال نرا ظلم عظیم وبال ہے، یہ ان کی من گڑھت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں انہیں سمجھائیں۔ اور یہود ومجوس وہنود کی اس ناجائز موذی رسم کی پیروی سے روکیں۔ اگر وہ جہالت پر جمیں، اپنی ہٹ پر اڑیں، ضد پر رہیں تو ان سے برادرانہ تعلقات چھوڑیں۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔ (باختصار) (فتاویٰ مصطفویہ حصہ سوم ص ۱۳)

تنبیہ: عورتیں بحالت حیض گھر کے لوگوں کو پکاتی کھلاتی ہیں تو حالت نفاس میں ان کے پکائے ہوئے کھانے پینے سے بچنے کا کیا معنی؟ ان باتوں میں نفاس کے وہی احکام ہیں جو حیض کے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوؤں کے دیکھا دیکھی یہ لوگ بھی ویسا ہی کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کو جائز رکھا ہے کیونکہ اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جَامِعُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ وَاصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرَ النِّكَاحِ۔ عورتوں کو جب حیض آئے تو اپنے ساتھ گھروں میں ان کو رکھو اور سوا جماع کے سب کام کرو۔

(سنن ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۲۹۴)

یعنی ایک ساتھ کھلانا پلانا، ایک جگہ سونا، بیٹھنا، پیار و مساس وغیرہ کی ممانعت نہیں۔ اگر ہمراہ سونے میں غلبۂ شہوت اور اپنے کو قابو میں نہ رکھنے کا احتمال ہو تو ساتھ نہ سوئے۔ اور اگر غالب گمان ہو تو ساتھ سونا گناہ ہے۔

گھر کو ناپاک سمجھنا جہالت ہے

ہمارے پاس گاؤں کا ایک آدمی آیا اور کہا کہ ہمارے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ گیارہویں شریف آ گئی ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کیسے دلائی جائے، کیونکہ ہمارے ہاں زچگی ہے، میں نے کہا کہ اس موقع پر آپ کو ایک مرغ کے بجائے دو مرغ کے گوشت پر نیاز دلانی چاہیے کیونکہ مولیٰ عزوجل نے تمہیں نعمت ولد سے نوازا ہے جو آنکھ کا نور اور دل کا سرور ہے۔ اس نے کہا کہ گھر تو ناپاک ہو گیا ہے اس گھر میں نیاز کا کھانا کیسے پکایا جائے گا۔ میں نے کہا کہ جس گھر میں زچہ بچہ ہوتا ہے وہ گھر ناپاک نہیں ہوتا۔ بلکہ خاص اسی کمرے میں نماز پڑھی جا سکتی ہے، تلاوت قرآن کریم کی جا سکتی ہے، تو نیاز کے کھانا پکانے میں کیا قباحت ہے؟۔

اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں گھر ناپاک رہتا ہے۔ میں نے کہا کہ شرعاً وہی چیز ناپاک ہو گی جس میں نجاست یا خون لگ جائے، باقی سب چیزیں پاک ہیں۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا اس گھر کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے ہو؟ اس نے کہا کہ کھانا تو دوسرے کمرے میں پکتا ہے۔ میں نے

کہا کہ اس دوسرے کمرے کے پکائے ہوئے کھانے پر نیاز دلانے میں کیا حرج ہے؟ اس نے کہا کہ میرا مکان کھپریل کا ہے دونوں کمروں کی شہتیر ایک ہی ہے۔ یعنی اس شخص کے خیال میں شہتیر ایک ہونے کی وجہ سے دوسرا کمرہ بھی ناپاک ہوگیا۔ میں نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو شہتیر ہی کاٹ دو تا کہ دوسرے کمرے کی ناپاکی دور ہو جائے اس پر وہ ہنسنے لگا اور کہا کہ ایسا کرنے سے تو مکان ہی منہدم ہو جائے گا۔ افسوس آج کل کے بعض جاہل مسلمانوں کی یہ حالت ہے۔ یہ سراسر جہالت و حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے اور ہدایت دے آمین

استغفار کا اجر و ثواب

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حیض (ونفاس) والی عورت ہر نماز کے وقت میں ستر مرتبہ استغفار (یعنی اَسْتَغْفِرُاللهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ) پڑھے تو اس کے حق میں ایک ہزار رکعت کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ اور اس کے ستر گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔ اس کے استغفار کے ہر ہر حرف کے بدلے نور عطا کیا جاتا ہے۔ اور اس کے جسم کی ہر رگ کے بدلے ایک حج اور ایک عمرہ (کا ثواب) لکھ دیا جاتا ہے۔

(مفاتیح الجنان شرح شرعة الاسلام ص ۴۵۱، مطبوعہ: استنبول، ترکی)

حالت زچگی کی موت

حدیث شریف میں ہے کہ فقہی شہید کے سوا ایسے بھی چھتیس [۳۶] خوش نصیب لوگ ہیں جن کو آخرت میں شہادت کا اجر و ثواب ملے گا۔ ان میں وہ عورت بھی شامل ہے جو بچہ جننے کے وقت انتقال کر جائے۔ چنانچہ حضرت جابر

بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَرْأَةُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَهِيْدٌ ۔ جو عورت بچے کی ولادت کے وقت مرجائے وہ شہید ہے۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم، باب عیادت المریض ج ا ص ۳۳۳)

ہمارے یہاں جاہلوں میں عام طور پر مشہور ہے کہ فلاں عورت چونکہ ناپاکی کی حالت میں مری ہے اس لیے بھوت بن گئی ہے اور لوگوں کو ستاتی ہے۔ معاذاللہ - لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔

حالت زچگی میں مرنے والی عورت بہت ہی خوش نصیب ہے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ وہ شہید ہے اسے شہیدوں جیسا اجر وثواب ملے گا۔ جو لوگ اپنی جہالت ونادانی سے اس قسم کا خیال بد رکھتے ہیں کہ اس حالت میں مرنے والی عورت خبیث ہے۔ یہ تصور وخیال مشرکانہ ہے یہ لوگ اس خیال بد سے توبہ کریں۔ اور ایسے قبیح وشنیع خیالات سے باز آئیں۔ ورنہ غضب الٰہی سے نہ بچ سکیں گے۔

غیر شرعی منت ماننا جہالت ہے

بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیاے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان اور حضرت سیدی سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں۔ اس میعاد کے اندر کتنی ہی بار بچے کا سر منڈے وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں۔ پھر میعاد گذرنے کے بعد مزارات پر لے جاکر وہ بال اتارتی ہیں یہ محض بے اصل بات ہے۔ بلکہ جاہلانہ رسم وبدعت۔ ہاں بچہ کی پیدائش کے بعد نہلا دھلا کر سر کے بال گھر پر دور کرا کر اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے مزارات پر حاضر کیا جائے۔ اور لے جانے والے مرد ہوں نہ کہ عورت، وہ وہاں جا کر بچے کے حق میں دعائے

خیر کریں۔ تو یہ باعث برکت ہے۔

چوٹیوں کی منت کے علاوہ لڑکوں کے ناک، کان چھدوانے کی بھی منتیں مانتی ہیں۔ یا اور طرح طرح کی ایسی منتیں مانتی ہیں جن کا جواز کسی طرح بھی ثابت نہیں۔ اولاً ایسی واہیات منتوں سے بچیں اور مانی ہوں تو پوری نہ کریں۔ اور شریعت کے معاملہ میں اپنے لغو خیالات کو دخل نہ دیں۔ نہ یہ کہ ہمارے بڑے بوڑھے یوں ہی کرتے آئے ہیں اور یہ کہ پوری نہ کریں گے تو بچہ مر جائے گا۔ بچہ مرنے والا ہوگا تو یہ ناجائز منتیں بچا نہ لیں گی۔ بعض لوگ لڑکوں کے کان چھدوا کر سونے کی بالیاں وغیرہ پہناتے ہیں یہ ناجائز وحرام ہے۔ کیونکہ مردوں کو سونے چاندی کے زیورات پہننا حرام وگناہ ہے۔ اس سے وہ لوگ درس حاصل کریں جو اپنے چھوٹے بچوں کے کانوں میں منت وغیرہ کی بالیاں پہناتے ہیں۔ ایسی منت پوری کرنا حرام وگناہ ہے اور پہنانے والیاں بھی گنہ گار ہوتی ہیں۔

شرعی منت

اور اگر منت ہی ماننا ہے تو نیک کاموں کی منت مانا کریں مثلاً نماز، روزہ، خیرات، درود شریف، کلمہ شریف اور قرآن مجید تلاوت کرنے کی۔ اور فقراء ومساکین کو کھانا دینے، کپڑا پہنانے وغیرہ کی۔ یہ سب منتیں اجر وثواب کا باعث ہیں۔ اگر منت ہی ماننا ہے تو اپنے یہاں کے کسی سنی عالم سے بھی دریافت کرلیا کریں کہ یہ منت ٹھیک ہے یا نہیں؟ بدمذہب اور گمراہ لوگوں سے دریافت نہ کریں کہ وہ صحیح مسئلہ نہ بتائے گا۔ بلکہ اینچ پینچ سے جائز امر کو ناجائز کہہ دے گا۔

(فتاویٰ افریقہ ص ۶۸، بہار شریعت حصہ نہم ص ۳۵)

گانا بجانا اور گولے پٹاخے توڑنا

بچے کی پیدائش کی خوشی میں ہونا تو یہ چاہیے کہ روزے رکھیں، نوافل پڑھیں، صدقہ وخیرات کریں۔اور حصول برکت کے لیے میلاد شریف یا بزرگان دین علیہم الرحمۃ والرضوان کی نذرونیاز دلائیں یہ کارثواب ہے۔برعکس اس کے بچے کی پیدائش پر اظہار مسرت وخوشی اس صورت میں منائی جاتی ہے کہ گانا گایا جاتا ہے، ناچ اور قوالی ہوتی ہے، گولے اور پٹاخے توڑے جاتے ہیں یہ سب کام حرام وگناہ ہے۔ایسے موقع پر گانے بجانے والے بیہودہ گیت گا کر انعام کے خواستگار ہوتے ہیں۔اور منہ مانگی چیزیں لے کر جاتے ہیں۔اولاً ان کا گانا بجانا حرام ہے۔ثانیاً اس پر انہیں انعام وغیرہ دینا حرام اشد حرام۔کیونکہ یہ اعانت علی الاثم۔یعنی گناہ پر مدد کرنا ہے۔

مولیٰ عزوجل کا ارشاد ہے: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (پ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۲) (ترجمہ رضویہ) اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

یعنی گناہ پر مدد کرنا بھی حرام وگناہ ہے۔ان سب کاموں سے باز رہیں ورنہ سخت گنہ گار ومستحق عذاب نار ہوں گے۔

میکے اور دیگر عزیزوں کے یہاں سے کپڑے کے جوڑے وغیرہ آنا

بچی کی شادی کر دینے کے بعد اگر اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس کے والدین اور بھائی وغیرہ کی طرف سے بیٹی اور داماد نیز اس کے گھر کے دیگر افراد کے لیے کپڑوں کے جوڑے اور بچہ کے لیے کپڑا اور لڑکی پیدا ہوئی تو اس کے لیے چھوٹا چھوٹا زیور اور میوہ جات وغیرہ وافر مقدار میں دینا ضروری سمجھا جاتا

ہے۔ اگر کسی مجبوری کے تحت نہ دے سکیں تو ساس اور نند اور اس کے گھر والوں کی طرف سے طعنہ دینا شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے بیٹی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ مالدار آدمی تو اس خرچ کو برداشت کر لیتا ہے مگر غریب آدمی ان رسموں کو پوری کرنے کے لیے قرض لیتا ہے اور اگر قرض حسن نہیں ملتا تو سودی قرض لیتا ہے۔ یا زیورات وغیرہ گروی رکھ کر سود بیاج پر روپیہ لیتا ہے یا کھیت گھر رہن کرتا ہے۔ لہٰذا ان رسموں کے تحت جو مصارف کا بوجھ پڑتا ہے بے جا ہے۔

اس رسم میں ایک بہت بڑی خرابی تو وہ ہے جو ابھی ذکر کی گئی کہ اگر بچہ پیدا ہونے پر دلہن کے میکے سے یہ رسمیں پوری نہ کی جائیں تو ساس و نند کے طعنوں سے لڑکی کی زندگی وبال جان ہو جاتی ہے اور خانہ جنگی بھی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر یہ رسمیں بند ہو جائیں تو ان لڑائیوں کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔

بیٹی، داماد اور بہن بہنوئی یا دیگر اہل قرابت کی خدمت کرنا بے شک کار ثواب ہے۔ جب کہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کی جائے۔ اگر دنیا کے نام و نمود اور دکھلاوے کے لیے یہ خدمتیں ہوں تو بالکل بے کار اور بے فائدہ ہے۔ اس موقع پر کسی کی نیت رضائے الٰہی کی نہیں ہوتی ہے۔ یہ محض رسم کی پابندی اور دکھلاوے کے لیے سب کچھ ہوتا ہے۔

جیسا کہ ہمارے یہاں رواج ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد ان اشیاء کو نائی یا نائن کے سر پر رکھ کر باجے گاجے کے ساتھ اپنے گھر سے چلتی ہیں اور پوری آبادی میں نمائش کی جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ محض شہرت اور نام و نمود کے لیے ہوتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ تحفہ فلاں صاحب کے یہاں لے کر جا رہی ہیں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں ملنے والا بلکہ الٹا گناہ ہوتا ہے۔ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو اس لیے دے کہ یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ مگر ان رسموں کو مٹا دے۔ تاکہ اس فتنے کا سد باب ہو۔ (اسلامی زندگی وغیرہ)

مشرکانہ وہم وخیال

ہمارے یہاں کی بعض جاہل عورتیں زچہ خانہ میں شیطان، بھوت اور جموگھا سے حفاظت کے لیے اپنے تکیہ کے نیچے چاقو، چھری وغیرہ رکھتی ہیں۔ یا چھوٹا ساچاقو گلے میں پہنتی ہیں شاید یہ چاقو اسی کام کے لیے بنایا جاتا ہے۔ ورنہ یہ کسی کام کا نہیں ہوتا۔ دروازے پر ایک آہنی میخ (کیل) گاڑتی ہیں۔ اور ایک نہائی وغیرہ میں آگ دن ورات سلگائے رکھتی ہیں تاکہ جو عورت زچہ بچہ دیکھنے کے لیے آئے وہ اپنے پاؤں کے تلوے اس سے سینک لے تاکہ اس کے ساتھ آیا ہوا بھوت، پریت اندر جاکر زچہ بچہ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ ان نادانوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ طریقہ ہندوؤں کا ہے نہ کہ مسلمانوں کا۔ وہ اپنے مشرکانہ وہم وخیال سے ایسا کرتی ہیں۔

ہمارے یہاں ہریجن دایہ زچہ بچہ کو تیل ابٹن کرنے کے لیے آتی ہے وہ چونکہ مشرکہ ہوتی ہے اس لیے وہ اپنے ہمراہ لوہے کا چھوٹا سا اوزار لے کر آتی ہے۔ تاکہ اس کے ساتھ بھوت پریت نہ آجائے اور زچہ بچہ اس کے شر سے محفوظ رہے۔ انہیں مشرکہ عورتوں کی دیکھا دیکھی یہ جاہل مسلمان عورتیں بھی اپنے ہمراہ اس قسم کے آلات رکھنے لگی ہیں۔ ان جاہلوں کو غیر مسلموں کے طور طریقہ کو اپنانے میں کوئی خرابی نہیں معلوم ہوتی۔ یہ عورتیں اپنے اسلامی طور طریقے بالکل بھلا چکی ہیں۔ یہ لوگ ان رسومات بد سے توبہ کریں اور آئندہ نہ کرنے کا عہد وپیمان کریں۔ اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔

ایک رواج ان جاہلوں میں یہ بھی ہے کہ زچہ کے نال کاٹنے اور غسل دینے کے بعد برتن وغیرہ بجا کر سب سے پہلے اس کی آواز کان میں پہنچاتے ہیں۔ وہ ایسا اس لیے کرتی ہیں تاکہ بچہ چونکے نہیں۔ یہ رسم بھی خالص ہندوانی

ہے۔ اس رسم بد سے احتراز لازم وضروری ہے۔ زچہ کو تارے دکھانا بھی لغو ہے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ دلہن کا پہلا بچہ میکے میں پیدا ہو اس کے عقیقہ وغیرہ کے سارے مصارف دلہن کے ماں باپ پر ہے یہ غلط ہے یہ سارا خرچہ بچہ کے والدین پر ہے۔ اگر یہ مصارف میکے والے بخوشی انجام دیں تو حرج نہیں۔ لیکن بدنامی کے ڈر سے اور نام ونمود کے لیے ایسا ہرگز نہ کریں۔

گھر میں داخل ہونے کا اسلامی طریقہ

اسلامی طریقہ تو یہ ہونا چاہیے کہ جب مسلمان گھر کے اندر داخل ہو تو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھ لے تو شیطان گھر کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ جو شخص بغیر بسم اللہ کہے دروازہ بند کرے شیطان اسے کھول سکتا ہے۔ اور جب بسم اللہ کہہ کر دروازہ بند کرتا ہے تو اس کے کھولنے پر قدرت نہیں پاتا۔ اور جب بسم اللہ کہہ کر داہنا پاؤں مکان میں رکھے تو شیطان کہ ساتھ آیا تھا باہر رہ جاتا ہے۔

(احسن الوعاء لآداب الدعاء ص ۷۵)

اور حضرت امام غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں کہ اگر گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں سے "السلام علیکم" کہے تو اس گھر میں شیطان داخل نہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتَکُمْ فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَھْلِھَا فَاِنَّ الشَّیْطَانَ اِذَا سَلَّمَ اَحَدُکُمْ لَمْ یَدْخُلْ بَیْتَہٗ. جب تم اپنے گھروں میں جاؤ تو اہل خانہ کو سلام کرو۔ اس لیے کہ اگر تم سلام کر لیتے ہو تو شیطان تمہارے گھر میں داخل نہیں ہوتا۔

(المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۴۰۲، کتاب التفسیر، احیاء العلوم اردو ج ۲ ص ۴۶۶)

"ام الصبیان" یعنی جموگھا کے عارضہ سے حفاظت کے لیے بچہ کے

کان میں اذان واقامت کہنے کا حکم حدیث شریف میں ہے بچہ اس کے ضرر سے محفوظ رہے گا جیسا کہ اوراق گذشتہ میں بیان کیا جاچکا ہے۔ موجودہ وقت میں ''ام الصبیان'' کی شکایت زیادہ سننے میں آرہی ہے۔ اوراس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے دلچسپی رکھنے والے مرد اور مذہبی اعمال کی خوگر خواتین تو ابھی تک اس عمل پر کاربند ہیں۔ اسی واسطے ان کے بچے اس خبیث مرض سے محفوظ رہتے ہیں۔ مگر نصرانی تہذیب اور نصرانی تعلیم کی دلدادہ خواتین اور ہندوانہ طور طریقہ کو اپنانے والی جاہل عورتوں نے اس کو نظر انداز کردیا ہے۔ اسی واسطے ان کے اکثر وبیشتر بچے اس مرض میں ضائع ہوجاتے ہیں۔ (نظام شریعت ص ۷۶)

قابل توجہ امر

خواتین کو چاہیے کہ نفاس کی حالت میں دعائیں وغیرہ پڑھ کر اپنے اور بچے کے اوپر دم کرلیا کریں تاکہ زچہ بچہ آسیب کے خلل سے محفوظ ومامون رہے۔

حیض ونفاس والی عورتوں کو قرآن مجید کے علاوہ دوسرے اذکار مثلاً کلمہ شریف، درود شریف، اور استغفار وغیرہ پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور ان چیزوں کو وضو یا کلی کرکے پڑھنا بہتر اور ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی حرج نہیں۔

حیض ونفاس والی عورتوں کو چاہیے کہ نماز کے وقت میں وضو کرکے اتنی دیر تک ذکر الٰہی، درود شریف اور دوسرے وظائف مثلاً شجرہ اور دعائیں وغیرہ پڑھ لیا کریں۔ جتنی دیر نماز پڑھا کرتی تھیں تاکہ عادت رہے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولینا وناصرنا وماونا محمد والہ وصحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الرحمین

★★★★★